نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

[illegible]

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

الوپ

جس میں نوجوان الوپ کی دردناک موت یعنی سچے واقعہ کا ذکر ہے۔ اور دکھہ روپی سنسار سے پار اترنے کے واسطے گیان شکھشا دی گئی ہے

مصنفہ

رائزادہ لال چند ساکنہ احمد آباد ہیڈ …
ڈنڈوٹ کالری

مطبع ستیہ دھرم پرچارک ہردوار میں طبع ہوا

تعداد جلد ۵۰۰ قیمت ۲ /

پہلی سرگذشت معہ گیان شنکھا

ناظرین!

آپ نے سینکڑوں ناول اور کتابیں ملاحظہ فرمائی ہونگی
مگر ایسا دردناک عبرتناک سچا واقعہ آپ نے سنا ہوگا
اور نہ پڑھا ہوگا۔ اس کتاب میں صرف دردناک حادثہ کا
ہی ذکر نہیں ہے بلکہ سچے پرماتما کو ملنے اور شانت چت
ہو جانے کا پورا پورا راستہ بتایا گیا ہے۔ فرائض انسانی
طرز زندگی کا پورا پورا سبق صاحبان خردوار باب
بصیرت اس کو ملاحظہ فرما کر سیکھ سکتے ہیں۔

مولف

زمینِ چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا ؎
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

۱۹۰۳ء کا سال صرف کشمیر جنت نظیر کے آبی طوفان سے تباہی کے
باعث ہی مشہور نہیں رہیگا بلکہ اس نے جو تباہی اور مصیبت
ہمارے شہر احمد آباد پر ڈالی ہے وہ بھی صفحہ ہستی کے نگین
ریکارڈ پر یادگار رہیگی۔ ناظرین پیشتر اِس کے کہ اُس تباہی
کا ذکر لکھوں اس شہر کا تھوڑا سا حال بیان کرنا مناسب
سمجھتا ہوں۔ ضلع جہلم میں یہہ شہر بہنہ راوتی نگری کے
نام سے کسی گذشتہ زمانہ میں جسکا ٹھیک وقت معلوم نہیں ہے
کوسوں میں آباد تھا۔ فلک ناہنجار نے اِس کی عظمت و شان
آبادی و رونق پر رشک کھایا۔ اور یکلخت اُسکو ایسا تباہ و مسمار
کیا کہ سوائے کہنڈرات اور راکھ کے ڈھیر کے اس جگہ آج
کل کچھہ نظر ہی نہیں آتا۔ ہاں شہر مذکورہ کی دولتمندی کا ثبوت
بارشی ایام میں اُن کہنڈرات سے چاندی۔ سونے اور تانبے
کے پرانے سکے آجتک برابر دستیاب ہونیسے پورا پورا ملتا ہے
اکثر سیاحان انگریز ان کہنڈرات کو دیکھنے اور پرانے سکوں
کی تلاش کے واسطے یہاں آئے ہیں آجکل ان کہنڈرات
قریباً ایک میل گوشہ جنوب کی طرف برلب دریائے جہلم ایک

شہر بنام احمد آباد واقع ہے جس کے گوشہ شرقاً جنوباً اور قدرے شمالاً دریا کی لہریں موجزن ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف شہر کو خوبصورت نظارہ ہی دیا ہے بلکہ اس کی تباہی کا خاص باعث بھی ہے۔ شہر مذکورہ کے گوشہ شمال میں ایک میل کی دوری پر وہی قدرتی کہنڈرات پہاڑی کی شکل میں واقعہ ہیں جن سے دور دور کا نظارہ نظر آتا ہے۔ شہر ہذا کو ایک پرانی پل نے دو حصوں میں تقسیم کر کے نئے اور پرانے شہر کے نام سے ملقب کر دیا ہے۔ گو کسی زمانہ میں یہ شہر پوری شان و شوکت پر تھا۔ مگر فی زمانہ محکمہ بیکاری کے سارجنٹ تقریباً سارے شہر میں موجود ہیں علاوہ اس کے بیوپار اور روزگار کی حالت بھی ابتر ہو گئی ہے۔ گو مدت سے دریائے جہلم اس شہر کے زیر و زبر کرنے کے درپے تہا اور کئی دفعہ پیشتر ازیں شہر کے مکانات کو غارت کر چکا ہے۔ مگر ماہ جون سنہ حال میں دریا نے اپنی معمولی حالت بدل کر ایک دہشتناک اور قہر آلودہ صورت اختیار کر لی آناً فاناً اس کا رخ بدل گیا۔ اور یہ شہر کو غارت کرنے کے درپے ہو گیا۔ چونکہ شہر مذکورہ ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے اس واسطے خواجہ خضر کے بیلداروں کو بہت کم تکلیف کرنی پڑی تھی۔ کیونکہ دریا کی دھاڑ سے اگر ایک مکان گرتا ہوتا تہا تو کئی متصلہ عمارت دو

ے لرزاں ہوکر خود بخود گر جاتے تھے اور بھیانک نظارہ پیدا
کر دیتے تھے۔ غرضیکہ ہفتہ عشرہ میں قریباً دو صد سے زیادہ مکانات
دریا بادشاہ نے نذر کے لئے ناظرین اِس موقعہ پر نہایت سخت سے سخت
پتھر دل آدمی بھی آنسو بہائے بغیر اور حسرت سے اِس دردناک
تباہی کو دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جبکہ وہ اُن غریب اور بیوہ
عورتوں کی حالت پر نگاہ ڈالتا تھا جنکا کوئی وارث نہ تھا۔ اور صرف
مکان خام ہی دُنیاوی جائداد تھی۔ دریا کے کنارے کھڑے
ہوئے اپنے مکانوں کو اِس میں بھینٹ ہوتے ہوئے
دیکھتی تھیں اور آہ و زاری سے دردناک نالہ و فغاں کرتی سنائی
دیتی تھیں۔ اِسی پر اکتفا نہ کرتی تھیں بلکہ بے سر و سامان اور
بے خانماں ہونے کے علاوہ انکو باقیماندہ دم زندگی گذارنے
کے واسطے کوئی رہائش گاہ نہ ملتی تھی۔ کئی بیچارے مرد و زن
جنکے پاس مال و زر کا نام نہ تھا اپنے مکانات کا نصف ملبہ بطور مزدوری
دیکر اِس کو گرانے کے واسطے مجبور ہو گئے۔ تاکہ کچھ کڑی وغیرہ
بچ رہے مگر طرفہ یہ کہ ایسے بدبختوں کو ملبہ لکڑی رکھنے کیواسطے
جگہ کا ملنا تو درکنار رہائشی مکان تک ملنا دشوار ہو گیا ہاں کہاں ملے
کہاں سے ایک معمولی آبادی کا شہر اور پھر اِس میں تقریباً نصف
مکانات کا گر جانا گو جن کے مکانات ابھی اِس صدمے سے محفوظ تھے

اُنہوں نے بڑی فراخ حوصلگی سے کئی مصیبت زدوں کو خود تکلیف اختیار
کر اپنے مکان کا حصّہ دیا۔ مگر اُسی قدر جس قدر گنجائش تھی۔ آخر
کُل جگہیں رُک گئیں۔ اور بعضوں کو میدان میں عارضی ڈیرے جمانے
پڑے۔ چُنانچہ ایک رضا امدادی پرائیوٹ مڈل سکول کے طلبا
کو معہ ماسٹران کے بوجہ خالی کر دینے موجودہ مکان مالکان مکان
کو میدان میں ڈیرہ لگانا پڑا اور مہتممان سکول حیران تھے کہ کیا انتظام
کیا جاوے۔ بیوہ و غریب مستورات جس وقت اپنے مکان کو
دریا برد ہوتے دیکھتی تھیں اور اپنی قدیم محلہ دارنیوں کی مدامی
جُدائی دیکھ کر آپس میں ایسی ماتمی دلسوز فغاں کرتی تھیں کہ شہر ایک
ماتم کدہ نظر آتا تھا۔ بعضے مکانات ایسے عالیشان اور تازہ تعمیر شدہ
تھے کہ ابھی تک سپیدے ہوئے تھے اور گردان کے واسطے پانی کی
فتح پر رشک کرتی تھی۔ ہائے ایسے مکانات کے وارثوں کو اپنے
ہاتھ سے اُنکا گرانا کیسے دوبھر معلوم ہوتا تھا۔ کچھ تو بلحاظ روزگار و
بیوپار یہ شہر قسمت کا مارا آگے ہی پست درجہ پر پہنچ چکا تھا مگر فلک
ناہنجار نے اسپر بھی صبر نہ کیا اور رہتے سہتوں کو بے خانماں و لامکان
کر دیا۔ حکام وقت جن کی رعایا پروری اور عدل گستری مشہور
عالم ہے [illegible] اُنکا ایسی سرد مہری رہی کہ باوجود ٹربیون
ست دھرم پرچارک وغیرہ وغیرہ اخبارات میں کالم سیاہ

کیئے جانے کے اور میموریل بھیجے جانے کے کچھہ پرواہ نہ کی
گئی - ہاں اگر دوسرے پہلو پر سوچا جاوے تو واقعی ساکنان
احمد آباد کی اپنی غلطی اور قصور کی سزا گورمنٹ کی موجودہ خاموشی
ہے - کیونکہ ۶ سال گذر رہے ہیں کہ گورمنٹ نے شہر والوں
کی درخواست پر انکو پوری امداد دینی منظور کرلی تھی بشرطیکہ شہر والے
خود کچھہ چندہ کریں مگر ہائے بے علمی تو نے کئی گھر ہی صرف برباد
نہیں کئے بلکہ شہر کے شہر تیری بدولت ویران ہوگئے شہر
کے چند بے علم دشمنوں نے ایسے موقعہ پر چندہ دینے
اور امداد لینے سے قطعی انکار کردیا جبپر گورمنٹ نے تعلق
چھوڑ دیا - ہائے وہ شہر کے دشمن کیا بلکہ اپنی جان و مال کے
دشمن اب کہاں ہیں - کیا ان کے آنسو ایسے دردناک موقعہ
پر نہیں نکلتے ہونگے جب کہ بیوہ اور مظلوم عورتوں کے دل کا دھواں
ان کے دماغ میں چڑھکر اور آہوں سے سرد ہوکر اور منجمد قطرہ بنکر
ان کی آنکھوں سے نکلنے کو تیار ہوگیا ہے - مگر نہیں ان بیچاروں
کا کیا قصور - پرماتما کیطرف سے جس شہر پر مصیبت نازل ہوتی ہے
اس کے فرو کرنے کے واسطے سوائے پرماتما کے اور کوئی نہیں
کر سکتا ہے - تقدیر کے آگے تدبیریں لاحاصل نظر آتی
ہیں - اب دریا نے الٹا رخ پلٹا ہے - اور خدا

نخواستہ اگر چندے یہی حالت رہی تو شہر کی شمالی زمینوں کو
تہ و بالا کرتا ہوا سارے شہر کو گرا دے گا۔

امید کیجاتی ہے کہ گورنمنٹ عالیہ جس کی رعایا پروری
اور دادگستری اور غربا پروری مشہور عالم ہے ضرور توجہ
فرماکر اپنی بے بس رعیت کے واسطے دلی ہمدردی سے
کام لیگی اور شہر کو بچانے کی کوشش کریگی۔

ناظرین دریا نے صرف مکان کے گرانے پر ہی اکتفا نہیں
کیا بلکہ ذیل کا دردناک واقعہ اس کی ظلم۔ سرد مہری اور
بے دردی کا پورا پورا ثبوت ہے۔

تدبیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی
بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

۲۳ ستمبر ۱۹ء کے ٹھیک پانچ بجے تھے صبح کا وقت تھا ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً بارہ یا تیرہ برس کی ہوگی پرماتما نے حسن کمال کے ساتھ اسے لیاقت اور سلیقہ عطا کیا تھا ویسے ہی دھرم و دنیا کی اس خوبی سے جو مستورات کے لیئے ضروری ہے محروم نہیں رکھا تھا آج اسے اپنے پتی کے ہمراہ والدین کا گھر چھوڑ کر شادی کے بعد پہلی ہی دفعہ سسرال میں جانا تھا گو والدین کے گھر کی جدائی کے باعث اور والدین کی علیحدگی کی بخاطر ہو بیٹیوں کی طرح ہماری دیوی کی ظاہرا صورت اُداس نظر آتی تھی مگر چونکہ اس نے ایک طرح کی نئی زندگی میں پتی دھرم پالن کے اور گرہست آشرم نبھانے کی امید میں داخل ہونا تھا اسواسطے اسکی دلی مسرت کو وہی جانتی ہوگی چنانچہ صبح ہی لباس وغیرہ تبدیل کرکے اور اپنی سہیلیوں سے مل ملا کر چلنے کی تیاری کردی

ناظرین اِس دیوی کے حسب نسب کی بابت صرف اتنا
ہی لکھنا کافی ہوگا کہ یہ ہمارے ایک شریف ہمدرد بھائی کی دختر
ہے - لیاقت اور سلیقہ خانہ داری میں پوری لائق - علاوہ
سادہ مزاج اور سادہ دل ہونے کے نیک خیالات والی اور
پاک سرشت لڑکی ہے آج یہ دیوی اپنے سوامی مسٹر انوپ
کے ہمراہ جو کہ واقعی اسم بامسمیٰ ہے اپنی سسرال میں جانے
کیواسطے گھر سے روانہ ہوئی ہے - ہمارے نوجوان انوپ کے بارے
میں صرف اسقدر کہنا کافی ہوگا کہ یہ نوجوان قریبًا ۱۸ برس
کی عمر کا بانکا جوان شہر بھیرہ کا سکونتی ہمارے مہربان لالہ
ہنسراج ڈپٹی انسپکٹر پولیس کا فرزند اکبر ہے - علمی لیاقت -
ملنساری - صحت اور حلیمی میں یہ نوجوان یکتائے زمانہ تھا - آج
کل لاہور کالج میں ایف - اے - کلاس میں تعلیم پاتا تھا رخصتوں
پر گھر آیا ہوا تھا جہاں سے اپنی دھرم پتنی کو لینے اور علاوہ اِس
کے ایک قریبی رشتہ دار کے شادی میں شامل ہونیکے واسطے
یہاں آیا تھا - غرضیکہ جسوقت یہ جوڑا اپنے والدین کے
گھر سے روانہ ہوا تو راستہ میں جو کوئی ہمارے نوجوان مسٹر
انوپ سے ملا اسنے خوش اخلاقی اور خوش وضعی سے کشادہ
پیشانی پورے جنٹلمینوں کی طرح اُس سے الوداعی الفاظ

کے قریباً ہر ایک مرد و زن ساکنان احمد آباد اِس نوجوان
کی خوش اخلاقی اور حلیمی کے مداح تھے کیونکہ اِسنے تہوڑے سے
ایام قیام میں سب کے دل تسخیر کرلئے تھے۔ در مگر ہائے
فلک تیرا ستیاناس ہو۔ ایسا کون انسان دُنیا میں گذرا ہے
جسکے اوصاف پر تجھے رشک نہ آیا ہو۔ ہائے تیری نگاہ اِس
کمبخت جوڑے پر بھی جا پڑی۔ اور تو حسرت کی نگاہ سے
انکو دیکھنے لگا۔" کشتی کا محصول ٹھیکیداراں گذر کو دیکر
ہمارا نوجوان الوپ مع دیگر رشتہ داروں کے سوار ہو گیا
مگر سوار ہوتے ہی اِس کے خیالات نے پلٹا کھایا اور شرم
و حیا نے دامن پکڑا اپنے ماموں لالہ دیارام سے جو کہ پاس
ہی تہا آہستہ آہستہ یہ الفاظ کہہ کر کہ مجھے اپنے دالد سسر
اور ساس اور والدہ کے روبرو اپنی دہرم پتنی کے ہمراہ جانے
سے شرم آتا ہے بہتر ہوگا کہ میں الگ دُوسری کشتی میں آج شام
کو یا کل صبح چلا جاؤنگا یہ الفاظ کہہ کر جھٹ کشتی سے کود اپنا
کرایہ یعنی محصول گذر واپس لے اپنے ماموں کے ہمراہ واپس
بازار جانے کو تیار ہو گیا ہرچند سب نے ضد کی اور سمجھایا مگر
تقدیر نے کسی کی پیش نہ چلنی دی پیارے ناظرین ہمارے
نوجوان غریب الوپ کو یہ معلوم نہ تہا کہ فرشتۂ اجل میری زندگی

کے مکان کے نیچے سرنگ بنا چکا ہے اور اب اس میں
باروت بچھا رہا ہے اور کوئی دم میں آگ لگا کر اسکو اڑا دینے
کے درپے ہے گو وہ تحصیل وغیرہ دیکھ کشتی پر سوار ہو چکا تھا
مگر تقدیر یا غیبی طاقت نے اس کے کانوں میں شرم وحیا کا
لفظ پھونک کر اسکو کشتی سے اترنے کے واسطے مجبور کر دیا -
کسی نے سچ کہا ہے ؎

بیک لحظہ بیک ساعت بیکدم ۔ دگرگوں میشود احوال عالم

فصل سوم

لے چلا گلچیں چمن سے گل اڑا کر حیف صد
باغباں سے بے خبر درباں ہیں سوئے ہوئے

الوپ ہائے الوپ! آج جہلم کا دریا اپنے پورے زور
شور سے بہ رہا ہے خاص کر اپنی درشتی و تیز رفتاری سے
..کنان احمد آباد کے دلوں کو دہلا رہا ہے گویا پورے
جوش وخروش میں ہے اس کی نگاہ آج خونخواروں کی طرح

بیطرح شوخ سی نظر آرہی ہے - اِس وقت ایک نوجوان
اشنان سے فارغ ہوکر کسی پاس والے سے باتیں کر رہا ہے
کہ سامنے سے ایک اور آدمی نے جو حسب معمول پرماتما کی
عبادت کرنے کے واسطے کنارے دریا پر کھڑا ہے اچانک
دریا میں ہاتھ اٹھتے دیکھ کر زور سے پکارا - پکڑیو - پکڑیو
کوئی ڈوبا جاتا ہے ناظرین ان الفاظ نے ہمارے نوجوان
کو جسکو ہم لالہ دیارام کہ سکتے ہیں لرزا دیا اور جونہی اپنے
منہ موڑا اپنے عزیز الوپ کو نہ پایا یکدم غوغہ و شور مچایا کہ ہائے
میرا الوپ ڈوب گیا پکڑیو پکڑیو - یہ الفاظ سنتے ہی ایک
شریف آدمی نے چھلانگ ماری مگر وہاں دریا کا اِس قدر
زور تھا کہ اُلٹی منہ کی کھائی اور غریق کا کوئی نشان تک ظاہر
نہوا ناظرین ہمارا نوجوان عزیز الوپ کشتی سے اُتر کر
شہر سے حجامت کرواکر اپنے ماموں لالہ دیارام کے
ہمراہ اشنان کے واسطے دریا پر آیا تھا اور دیارام نے
تو نہا کر اپنے ایک رشتہ دار سے باتیں شروع کر دیں مگر
نوجوان الوپ نے جونہی دریا پر قدم رکھا اجل نے اُس
کو ایسا دھکا دیا کہ چشم زدن میں پانی اسکو کہاں سے کہاں
لیگیا - صرف ایک دفعہ اِس کے ہاتھ باہر نکلے اور پھر پتہ

نشان بالکل ندارد - دریا پر شور آہی کہرام مچ گیا۔ آناً فاناً یہ خبر
شہر میں پہنچی - مرد و زن خورد و کلاں آہ و نالہ کناں کنارہ دریا
پر آ نکلے لالہ دیارام اور دوسرے رشتہ داروں نے بہت تلاش
کی مگر کچھ پتہ نہ ملا سبکی آنکھوں کے آگے حسرت و اندوہ کی تصویریں
پھرنے لگیں اور حیران پریشان شہر میں واپس آ گئے وہ ہنس
چشم زدن میں غائب ہو گیا

مولف - ہائے انسان کیا کیا امیدیں باندھتا ہے۔
زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے بے پر کی اُڑاتا ہے خواہ
مخواہ جامے سے باہر ہوا جاتا ہے لیکن جوں ہی دست اجل کے
قابو چڑھا دم بھر کی بھی مہلت نہیں ملتی پھر وہ اُمیدیں امیدیں
رہجاتی ہیں۔ مالک کو بچہ کے پیدا ہونے پر کتنی خوشی ہوتی ہے
وہ محبت کی پتلی اپنے خیالات میں ہی اسے نوجوان بر سر روزگار
شادی شدہ ہی نہیں بلکہ پوتوں نواسوں والا فرض کر
لیتی ہے - لیکن آہ ظالم موت - بیچاری کے ہوائی محلوں
کو کسطرح خاک میں ملا دیتی ہے کوئی ہی ایسا خوش نصیب ہوگا
جس کی اُمیدیں اس کے خیالات کے موافق بر آئی ہونگی
ہائے ! ہائے ! غضب تو اسوقت ہوتا ہے جبکہ یہ وقت موت
میں عالم شباب میں کسی کے پیچھے پڑجاتی ہے - ناظرین ذرا

دل تھام لیجئے - آنسوؤں کو روک لیجئے - میرا تو قلم رُک رہا ہے اور جوش گریہ ہے کہ خود بخود اُمڈا چلا آتا ہے جبکہ مجھے یہ خیال آتا ہے کہ ڈوبتے وقت ہمارے عزیز انوپ کے سامنے عجیب شکلیں آتی ہوں گی وہ دیکھتا ہوگا کہ دیوتے آتے ہیں اور اُس کے زرد چہرہ کو دیکھکر دہاڑیں مارکر روتے ہیں وہ دیکھتا ہوگا کہ اُس کے دوست جو مر چکے ہیں کفن پہنے ہوئے آتے ہیں اور اس کی صورت دیکھکر سر ہلاتے ہیں وہ دیکھتا ہوگا کہ اُس کی والدہ اور باپ غمگین اور کبیدہ خاطر اِس کو دیکھتے ہیں مگر بے بس ہیں وہ دیکھتا ہوگا کہ میری پیاری دھرم پتنی رنج و الم میں غرقاب میرے سامنے بیہوش پڑی ہے مگر کچھ کر نہیں سکتی غرضیکہ ہمارے نوجوان کی خیالی تصویریں ایسا ناک موت کا نظارہ کیا کیا رنگ بدلتا ہوگا کبھی پیاری پتنی کے ہمراہ اپنے وطن جانیکا خیال اور کبھی تقدیر کا زبردستی کشتی سے اُتر آنا اور موت کا سامنا عجیب عجیب اثر پیدا کرتے ہونگے - ہائے اسپر کوہ الم کیوں نہ ٹوٹ پڑتا ہوگا جبکہ اس کو کالج کے کلاس فیلوز کی یاد آتی ہوگی اپنے پروفیسروں کی تقریریں اور اُس پر آئندہ زندگی کے مدارج سوچنے اور مختلف سبجکٹس پر لیکچروں کے سننے کا اثر اور اُس کے مقابلہ میں یہ موت کا فوٹو اسکو کیسے حیران کرتا ہوگا

غرضیکہ ان باتوں کو یا تو ہمارا معدوم شدہ عزیز جانے یا پرماتما
جانے ہمارا تو صرف خیال ہی خیال ہے جو کہ دُنیا کی ناپائداری
کا پورا ثبوت دیتا ہے

اِس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن
جب آنکھ کھلی گُل کی تو موسم ہے خزاں کا

فصل چہارم

ہائے یہ کیا ہو گیا

ناظرین - الوپا کی والدہ اور دھرم پتی وغیرہ کشتی سے اتر کر بہرہ
سے کچھ دوری پر ایک جگہ ہے وہاں کسی رشتہ دار کے لڑکے
کی رسم دستار بندی کے جشن پر چلی گئیں اور ہنسی خوشی - رنگ
رنگیلیاں منانے میں مصروف ہو گئیں اور اسکا سسر شہر
بہرہ میں چلا گیا - جب ان سب کو پیارے الوپ کے ڈوب جانے
کی اور پتہ نہ ملنے کی خبر پہنچی تو سب کو جسقدر رنج و الم ہوا وہ
احاطۂ تحریر سے باہر ہے - والدہ نے تو یہ وحشت اثر خبر سنتے

ہی نعرہ مارا - آنکھوں میں خون اتر آیا اور حیران و پریشان عالم
سکتہ میں بیہوش ہو کر پڑی - ساتھ ہی ہماری دیوی کے ہوش
کے طوطے اڑ گئے - خون جگر کھانے لگی دم بخود ہو کر ششدر
ہو گئی - اگر کہتی تو کیا کہتی اس کی بہار جوانی پر خزان غم نے فوراً
سایہ ڈال دیا وہ پھولوں کی مالا جو صرف آج ہی کی خاطر زیب گلو
کی گئی تھی توڑ تاڑ کر خاک میں ملا دی - ریشمی - زر بفتی پوشاک کو چیر
پھاڑ کر خاک کر دیا دنیا نگاہ میں تیرہ و تار نظر آنے لگی دلہن کہتی تھی
کہ اے مالک ہائے یہ کیا ہو گیا - کیا یہ خواب ہے یا سچا واقعہ
ناظرین غور کا مقام ہے کہ ان بیکس دلوں پر پیارے انوپ
کے ڈوب جانے کی لفظ نے کتنا ستم ڈھایا ہوگا بار بار اس کے
سسر اور لالہ بوٹا مل کے منہ سے یہ آواز نکلتی تھی کہ اے ذات
کینہ ور تجھے میرے تختہ جگر پر رحم نہ آیا - آج تک تیرا سینہ مظلوموں
کی آہوں سے چھلنی ہو رہا ہے مگر یاد رکھنا کہ ہم ستم رسیدوں کی شعلہ خیز
آہوں سے تجھے اپنی جان بچانی مشکل ہو جاوے گی - ایک آن سے
تیرا وجود نابود ہوا تو ہمارا ذمہ اے غاصب فلک خدا تجھے
غارت کرے - اے کمبخت نصیب تیرا برا ہو - غرضیکہ آہ و
فغاں کرتے ہوئے سب احمد آباد پہنچے - مگر لاش کا پتہ نہ لگنے
کی وجہ سے حیران و سرگردان رہے پولیس میں حسب دستور

رپورٹ پہنچائی گئی -

فصل پنجم

لاش کی تلاش

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

چونکہ شہر کو ابھی مشرق کا شاہ سوار شعاعوں کا نیزہ ہاتھ میں لیکر
نمودار سپہر پر جلوہ دار نہیں ہوا تھا کہ ہمارے بھائی لالہ دیارام
مع کنسٹبل پولیس و ملاح کے کشتی لیکر نوجوان کی لاش کی تلاش
کیواسطے شہر سے روانہ ہوئے کشتی کنارے کنارے چلی جاتی
تھی اور لالہ دیارام کی نگاہ پانی کی ہر لہر کے ساتھ تعاقب
کرتی تھی دل حسرت سے پُر تھا ہر لحظہ زمانہ کی کج رفتاری کی شکایت
کرتا جاتا تھا - ہائے وہ بانکا نوجوان جس کی شکل مہرو ماہ کے
مشابہ تھی اور ہر کسی کو پیاری لگتی تھی لالہ دیارام کی آنکھوں
کے آگے بار بار آکر اُس کی حالت دگرگوں کر رہی تھی گویا اُس
کی آنکھوں کے آگے گاہ گاہ آنسوؤں کے پانی سے تاریکی

آجاتی تھی مگر وہ اِس خیال سے کہ کہیں لاش آنکھوں سے اوجھل نہ ہو جاوے آنسوؤں کو بار بار رومال سے پونچھتا تھا۔ لیکن خیال آتا تھا کہ ہمارے نوجوان کی روح تو جسم سے پرواز کر گئی ہو گی مگر اسے پرماتما ایک دفعہ اِس کی شکل کا آخری جلوہ تو دکھاوے۔ غرضیکہ کشتی چلتے چلتے ایک تپن پر جس کا نام گذر کو ہلیان والا ہے اور احمد آباد سے قریباً چار کوس کے فاصلہ پر ہے۔ جا پہنچی۔ کچھ پتہ نہ لگا۔ ہمارے تلاش کنندوں کی پریشانی حد سے زیادہ بڑھ گئی کیونکہ دل میں خیال آتا تھا کہ شاید کسی آبی جانور نے ہمارے نوجوان کو اپنا لقمۂ تر بنا لیا ہو گا۔ ہائے ہمارے ایسے مقسوم کہاں کہ اپنے بانکے چھیل چھبیلے عزیز کی شکل کو پھر دیکھ سکیں ٹھیکیدار گذر نے حالات سننے کے بعد تسلی دی اور کہا کہ جہانتک میرا خیال ہے لاش اِس مقام سے نیچے نہیں گئی پورے آٹھ پہر کے بعد مردہ تیرتا ہے بہتر ہو گا کہ تم آگے نہ جاؤ اور یہاں انتظاری کرو۔

اثناء گفتگو میں ٹھیکیدار مذکور کی نگاہ ایک ایسی چیز پر جا پڑی جس کی شکل سیاہ اور گول سی تھی۔ پانی سے باہر نکلتی ہوئی تیرتی آتی تھی جس کو دیکھکر لالہ دیارام کو شک کے بجائے یقین ہو گیا کہ غالباً وہی لاش ہے۔ فوراً اُدھر رُخ کیا اور اِس کا شک واقعی

فصل ششم

لاش مل گئی

غم و غصہ و رنج اندوہ و حیرانی

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

دوپہر کا وقت ہے اور ماہ ستمبر کی گرمی آفتاب کی تپش غضب ڈھا رہی ہے دھوپ کی تیزی انتہا درجہ کو پہنچ گئی زمین تپ کر تانبا ہو گئی پھول سے چہرے کملا گئے - ان دریائی سفر کرنیوالوں کی حالت قابل رحم ہے جو باوجود اس قدر گرمی اور آفتاب کی سختی اور اسپر بخارات آبی حرارت کے مار و مار کرتے ہوئے کشتی کو شمال کی طرف لیجا رہے ہیں اُف یہ تو ہمارے بدنصیب بھائی لالہ دیارام ہیں . یہ ظلم رسیدہ انوپ کی لاش کو کشتی میں رکھے ہوئے لئے جا رہے ہیں ۔ ہائے کیا حاسد فلک کو اس پر رحم نہ آیا اس نے یہ کیا کر دیا - ناظرین - ٹھیک بارہ بجے کا وقت تھا کہ شہر میں غوغا ہو گیا کہ انوپ کی لاش مل گئی ہے شہر کا مرد و زن کیا بلکہ بچہ بچہ اس حیران رہتا - مرحوم کی لاش کو دیکھنے کیخاطر دریا کے کنارے پر

دیکھنے کو روانہ ہوئے چونکہ کشتی خاص اُسی جگہ ٹھہرائی گئی
تھی جہاں سے ہمارا نوجوان شکار اجل ہوا تھا - جوق در جوق
خلقت آنی شروع ہو گئی - مصنف ناول بھی اس درد انگیز موقع پر
موجود تھا اور اس دردناک و عبرتناک نظارہ کو بچشم خود دیکھ رہا
تھا - ناظرین دیدہ شنیدہ میں صدہا کوس کا فرق ہوتا ہے اب
حسرتناک واقعہ ہائلین نظارہ ایسے ساری عمر میں نہ دیکھا نہ
سنا تھا - ہمارا نوجوان بر زیر کشتی میں لمبے پاؤں پھیلائے
خواب راحت میں مست ہو رہا تھا - اُس کی نیند ایسی گہری
اور میٹھی ہے کہ زلزلہ پر زلزلہ بھی اگر آجاوے تو وہ کروٹ نہ لیوے
اُس کو خبر تک نہ تھی کہ میری اس نیند پر آج ساکنان احمد آباد
پر کیسی ابتری اور تباہی پھیل رہی ہے اور وہ کس قدر آہ و زاری
کر رہے ہیں - میرے ہمسائے کا مقام ماتم کدہ بن چکا ہے
ان سب باتوں سے بیخبر ہمارا نوجوان دائمی ہستی میں مست
پڑا تھا - ہائے کیسا دردناک نظارہ تھا - اس کے قریب ہی
پدر اسکا لالہ دسمبر لال جو بار بار ہائے بچیا ہائے بچیا کے
دردناک الفاظ بیخودی کے عالم میں کہتا تھا حیران و سرگردان
آہ و نالہ کرتا کھڑا تھا - بار بار اپنے نوجوان داماد سے چہرے
اور سرو قد کو دیکھتا اُس کی لیاقتوں کا اور دنیا میں نامور ہونے کے

خیالات کو اس کی اس حسرتناک حالت سے مقابلہ کرتا اور عدم وجود ہو جاتا
تہا - اور انقلاب زمانہ کی دل ہی دل میں شکایت کرتا تہا ہر مرد و زن کیا
بلکہ بچہ بچہ کی خواہش تہی کہ اس بیچارے النوپ کے چہرہ کو جسنے
اپنی خوش اخلاقی اور حلیمی کی خوشبو سے ایک جادو بھری تاثیر کے
ساتھ سارے شہر کو معطر کر دیا تہا اور اپنا گرویدہ بنا لیا تہا -
خواہ وہ اب مردہ حالت ہی

ناظرین جسوقت بیٹے خونریز کی لاش اور چہرہ پر خشوعتا
نگاہ ڈالی یکدم آنسو جاری ہو گئے زمانہ کا اونچ نیچ - عیش و
عشرت کی بے فکر زندگی کا اس حالت سے مقابلہ کرتا تھا اور
دل میں خیالات آتے تھے کہ کہاں اس عزیز جوان رعنا نے
اعلےٰ تعلیمیافتہ ہو کر اپنے خاندان کا فخر اپنے شہر کا نامور
قوم کا خیرخواہ - مذہبی دہرم کی سوسائٹیوں کا دہرماتما لیڈر بنتا تہا
اور کہاں ظالم موت نے عین عالم شباب میں اسکو اپنا لقمہ
بنا لیا - کبھی عزیز النوپ کے سرو قد اور اس کی جدائی کا خیال کبھی
اس کی خوبصورتی اور تعلیم کا دہیان دلپر صدمے پہنچاتا تہا - سچ
ہے اس دنیا میں جہانتک غور سے نگاہ کریں سوائے رنج و الم
کے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا - واقعی یہ دہوکہ کی ٹٹی ہے جس کی
آڑ میں انسان شکار کھیلتا ہے - ہائے اس کی پیاری دہرم پتنی

کے دیکھیں کیا کیا خیالات گذرتے ہونگے - اِس کی عمر ہمارے
پُرانک خیالات کے لحاظ سے کیسے کٹیگی - وہ معصوم اس
صدمے کو کیسے برداشت کر سکیگی - غرضیکہ میں اسی شش و پنج
میں تھا کہ چند مستورات اسی معصوم دیوی کو جسکو ہمارا عزیز آتو
دامی مفارقت دیکر آج بیوگی کا خطاب دے گیا تھا تھامے
ہوئے لاش کے پاس لائیں -

ناظرین اِسوقت کا دردناک نظارہ لکھتے ہوئے میری قلم
رُک جاتی ہے - آنکھوں سے آنسو بند نہیں ہوتے پائے
اِس دردناک عبرتناک نظارہ کا فوٹو میں کیسے لکھوں -
دیوی نے جوہیں اپنے پریتم پیارے کے چہرہ پر نگاہ ڈالی
سکتہ کے عالم میں ہو گئی - خون خشک ہو گیا گویا صرف آنکھیں
پتی کے چہرہ پر تھیں - مگر بدن میں جان نہ تھی - ایسا عالم
بیخودی طاری ہو گیا اور خاموشی چھا گئی کہ اُسکو دین دُنیا
کی خبر تک نہ رہی بیہوش ہو کر گرنے کو تھی کہ چند سہیلیوں نے
ہم لوگوں کی آواز پر اُس کو سمہالا اور علیحدہ کر لے گئیں -
شرم و حیا نے ہماری دیوی کی زبان پر ایسا قفل مقفل کر دیا
کہ ایک لفظ تک سوائے ٹھنڈی ٹھنڈی آہوں کے اِسکی
زبان سے نہ نکلتا تھا - اے انڈیا - اے رنجیوں کے دیش

ابھی تک تجھ میں ایسی دیویاں موجود ہیں جنکا ہردہ سخت
سے سخت زخموں سے گھائل ہو چکا ہے اور دُنیا دی رنجوں
کے باعث اُس کا دل چھلنی ہو کر نیست و نابود ہو چکا ہے
مگر شرم وحیا کا خیال کیا مجال کہ دل سے دُور ہو جاوے اے
دیوتاؤں کی پاک بھومی آہ تیرے پر کیسے گھور پاپ ہو رہے
ہیں - تیرے لاڈلے - تیرے فخر کیسی کیسی مصیبتیں سہہ رہے
ہیں - مگر نہیں تو نے پھر بھی ایسی دیویاں پیدا کر دی ہوئی
ہیں جو کہ دُنیا کے اور طبقوں سے انسانیت کے درجہ
میں بدرجہا سبقت رکھتی ہیں - مگر اے بھارت ذرا
آنکھ کھول تیرے معصوم بچوں پر کیسا ظلم ہو رہا ہے اور تو
اُس کی خبر نہیں لیتا - اے فلک ستمگر اتنا ظلم تجھے شایاں نہ تھا
ناظرین ہماری بیکس دیوی دل ہی دل میں ضرور کہتی ہو گی کہ
اے فلک میں بالکل بے گناہ ہوں بے قصور معصوم ہوں
اے بے مہر بد اختر فلک تجھکو تیرے اِس ظلم کا بدلہ ضرور
ملیگا - میں درگاہ ایزدی میں مستغیث بنکر اور تجھکو ملزم بنا کر
عدالت کے روبرو کھڑا کرونگی اور فریاد کرونگی کہ اے پرماتما
میرے عشرتکدہ کا چراغ تمنے ہمیشہ کے لئے گل کر دیا سخت
بیقرار اور زندگی سے بیزار ہوں - ہائے مجھے اصلی آب و دانہ

کے بجائے غم کی روئی اور بیتابی کا پانی اب پینا پڑیگا۔
میری دُنیاوی خوشی یکقلم کافور ہوگئی اب میرا جینا حرام ہے
بہتر ہوگا کہ تو میری ہی زندگی لے لے۔ بیشک اِس قسم کے
دردناک خیالات سے ہماری دیوی کا ہردہ پُر ہوگا۔ مگر
شرم وحیا کا پانی ایسے جگر سوز شعلوں کو دیوی کے مُنہ سے
باہر آنے سے روکتا تھا۔ اور معلُوم نہیں کہ یہ شُعلے اسکے
دل پر کیسا اثر پیدا کرتے ہونگے۔ اور پیدا کرینگے۔
لاش کو دیکھکر اور دُنیا کی بے ثباتی کے خیال کو ہر ایک
فرد بشر اپنے دل میں جگہ دیکر اور درد والم سے متاثر ہوکر
اِس حسرتناک سرگذشت پر غور کرنے کے لئے الگ الگ
جا بیٹھے۔ پولیس سارجنٹ نے بھی ہمارے عزیز نوجوان
کی ساری کیفیت لالہ لوٹامل سے قلمبند کرائی اور بروئے
قانون نمبرداروں سے لاش شناخت کراکر اُن کی مُہریں
ثبت کرائیں۔ کیونکہ اب شمشان بھومی میں لاش کو پہنچانے
اور جلانیکا وقت قریب تھا صرف اتنی انتظاری تھی کہ اسکی
والدہ اور دُوسرے رشتہ دار جو کل شام کو بھیرہ چلے گئے تھے
آکر آخری مُنہ دیکھ لیویں۔ قریباً ۸ بجے ہونگے کہ لاش کے
ملنے کی خبر سُنکر شہر بھیرہ سے ہمارے عزیز لوپ کی والدہ

اور دوسرے رشتہ دار - دوست آشنا - مرد و زن جنکی
لا انتہا تعداد تھی ناؤ پر سامنے سے آتے ہوئے اور آہ و
فغاں کرتے ہوئے دکھائی دئے - اُدھر ناؤ کا سامنے
آنا تھا کہ اِدھر لوگوں نے لاش کو تختۂ تابوت پر ڈالکر مرگھٹ
میں لیجانے کا رُخ کیا -

ناظرین جسوقت ہمارے بھائی بوٹا لال اپنی معصوم دختر
بداختر کو تختہ تابوت کے نیچے نیچے اپنے ہاتھوں سے تھامے
ہوئے آہ و فغاں کرتا ہوا شمشان بھومی میں جاتا تھا
اُسوقت سخت سے سخت پتھر دل آدمی بھی روئے بغیر
نہ رہ سکا - یہ ایسا موثر دردناک نظارہ تھا کہ جسنے خلقت کے
دلوں کے اندر حرارت پیدا کردی اور اِس حرارت نے
لوگوں کے اندر رونے سے آہوں کا دھواں نکالا - ہر خورد
و کلاں ڈھاریں مار کر روتے تھے بعض ایسے بیخود ہوگئے
کہ اِس نظارہ کو برداشت نہ کرسکے -

آخرش لاش کو مرگھٹ میں اُتار کر رکھا گیا اور ہمارے
انوپ کی والدہ جسوقت ناؤ سے اُتری سیدھی آہ و فغاں
کرتی ہوئی اپنے لختِ جگر کی لاش کو دیکھتے ہی چیخیں مار کر
اُس سے لپٹ گئی - کبھی لختِ جگر کو چھاتی سے لگاتی کبھی اُس کے

سر و چشم پر بوسہ دیتی ہائے - اس کی نگاہیں کیسی حسرت سے بھری ہوئی ہیں - ہائے یہہ کیسا دلسوز وقوعہ تھا خدا کرے کہ کسی والدہ کو بھی ایسے نوجوان کا صدمہ نہ پہنچے - ہر چند مستورات اسکو اپنے دلبند کی لاش سے الگ کرتی تھیں - مگر وہ ممتا کی ماری اسکو کب مانتی تھی - اسکا بھائی لالہ دیارام جو ایک طرف دلپر ہاتھ رکھے ششدر کھڑا تھا ٹھنڈی سانسیں بھرتا ہوا ہمشیرہ کے پاس گیا اور کہنے لگا اے بہن یہ پرائی چیز تھی ہمارا اسپر عارضی تعلق تھا مالک نے چھین لی اب آہ و زاری بیسود ہے - صبر کرو اور لاش کو چھوڑ اصلی انوپ نہ معلوم اس جسم سے کسوقت فرار ہوگیا ہے اب لاش کو جلانے دو - مگر والدہ اپنے لخت جگر کے چہرہ کو بار بار دیکھتی اور کہتی تھی اے میرے جگر کے ٹکڑے تا دم حیات یہ تیری بھولی بھالی صورت کی یاد میرے کلیجہ اور دلمیں آگ لگاتی رہیگی اور میں کباب سیخ بن کر ہر وقت پہلو بدلتی رہونگی میں اپنی بدقسمتی کے باعث تباہی اور مصیبت کے گرداب میں غوطے کھاتی رہونگی غرضیکہ اُس کی دردناک فغاں بار بار ہم لوگونکو رلاتی تھی جبکہ وہ دلسوز آواز میں یہ کہتی تھی کہ اے میرے لخت جگر اگر تو نے عدم کا راستہ اختیار ہی کرنا تھا تو

میرے ساتھ کا تو انتظار کر لیتا۔ ہائے میرے بانکے سُنہرے
پروں والے پرندے کیا تیری چُہچہک آج اس دُنیا کے باغ
میں ختم ہو چکی۔ کیا تو آئندہ اس ڈار میں نظر نہ آویگا۔
ہائے ستم میرا ہنس آج غیر مُلک کا مُسافر بن گیا۔ اے میرے
نوجوان بابو تیرے کالج کے گریجوایٹ و انڈر گریجوایٹ دوست تیرے
کالج میں تیری غیر حاضری پر پروفیسر کو کس دردناک طور پر تیری
موت کی خبر دینگے۔ اگر مُجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس خونی دریا کو تیرا
ہی خون پینا ہے تو میں تُجھے اسطرف رُخ ہی کیوں کرنے دیتی
اے پرماتما کن کن بداعمالیوں کے ماتحت تو نے مجھے یہ صدمہ
دیا۔ ناظرین اس کو الوپ سے اس قدر محبت تھی کہ بہت کم
ماؤں کو اسقدر اُلفت اپنے بچوں سے ہوتی ہے غرض جنازہ چتا
لاش کو چتا پر جو کہ کمی وقت کے لحاظ سے پہلے ہی بنائی گئی تھی
رکھا گیا۔ چتا کو آگ لگاتے وقت جس دردناک فغاں سے
ظُلم کی کُشتہ مائی چلاتی تھی اس کے واسطے الفاظ نہیں مل سکتے
وہ چیخ چیخ کر کہتی ہے کہ ہے بھائیو مُجھ بلاک کی ستائی
ہوئی پر اتنا ظلم نہ کرو۔ میری آنکھوں کی پُتلی کو اسیطرح میرے
پاس رہنے دو۔ اس الوپ کو جسکو میں نے دُنیا کی نعمت ہائے
گوناگوں سے پالا ہے جسکو میں ریشمی اور زربفتی چیدہ لباس

پہنا پہنا کر خوش ہوتی تھی عین عالم شباب یعنی بھری جوانی میں میرے سامنے آگ لگاتے ہو کیا تمکو رحم نہیں آتا میری آنکھوں پر پٹی باندہ دو تاکہ یہ حادثہ دیکھ نہ سکوں مگر یہ درد و فغاں آہ وزاریاں اسوقت کیا کرسکتی نہیں.. شمشان بھومی ایک ڈراؤنا صحرا معلوم ہوتا تھا سبکی نگاہیں چتا کی طرف تھیں - اتنے میں دردناک آواز سنائی دی کہ اے ایشور چونکہ میرے ناز و پیار ہنسی و خوشی وغیرہ ہر چیز کا آج خاتمہ ہو چکا ہے اس لئے بہتر ہوگا کہ یہی آگ جس سے میرا پران پتی جل رہا ہے میری جان جلانیکا کام دیوے اے میرے سوامی تیری دائمی مفارقت میں مجھے طرح طرح کی صعوبتیں سہنی پڑینگی - نفرت اور حقارت سکے زخم کھانے پڑینگے - ہائے ان سب صدموں کو یہ ننھی سی جان کیسے برداشت کرسکیگی - کاش کہ تو مجھکو اپنے ساتھ لے جا

ناظرین شمشان بھومی میں سبکو یہ آواز سنائی دی مگر کسی کے منہ سے نکلتی ہوئی معلوم ہوئی البتہ اسوقت ایک قسم کا دھواں بادل کی شکل میں نمودار تھا جو ہماری بیکس معصوم دیوی کے دل کی آخری آہ تھی اور جس سے یہ درد و فغاں لوگوں کے کانوں میں خود بخود سنائی دی -

ہائے جس وقت بارہ سال معصوم دیوی پر پورا تک لحاظ
سے اِس کی ہمیشہ کی بیوگی کا خیال تعلیم یافتہ نوجوانوں پر
عکس ڈالتا تھا۔ وہ دل ہی دل میں کُڑھتی تھی اور پیچ و تاب
کھاتی تھی۔ مگر بزرگوں کا لحاظ اور رفتارِ زمانہ مانع تھی کوئی
کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ آخرش عناصروں سے اپنا اپنا
حصّہ لے کر جسم کی ہستی کا خاتمہ کر دیا اور تمام عزیز
و اقربا جو اُس کے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہاتے تھے اور
اُس کی ذرا سی تکلیف سے بے چین ہو جاتے تھے اب اپنے
ہاتھوں سے اِسکو خاک سیاہ کر کے گھر کو واپس جا رہے۔
افسوس جسکو شام کے وقت گھر کے دروازہ کے اندر
خوف آتا تھا آج تن تنہا شمشان بھومی میں ڈیرہ ڈالے
پڑا ہے۔ پیارے یہ وہی جگہ ہے جہاں بڑے بڑے دیوتا و
بڑے بڑے راجہ جنکو دنیا کی مصیبتوں سے چھٹکارا پا کر آرام
ملتا ہے سیکڑوں کیا بلکہ لاکھوں اور کروڑوں خدا کے
بندے دنیا کو ہمیشہ کے لئے سلام کر کے سو رہے
ہیں۔ زلزلہ پر زلزلہ آتا ہے مگر کروٹ نہیں بدلتے وہی
سورج ہے وہی چاند وہی دن وہی رات گزر غرض یہ کہ
آنکھ نہیں کھلتی۔ بجلی کی چمک۔ رعد کی کڑک ان کے

آرام میں خلل نہیں ڈال سکتی - اے عزیز الوپ اب مجھ کو بھی مجبوراً ان کے سہارے چھوڑ دیتے ہیں تو دُنیا میں یوں ہی آیا اور چلا گیا - جوانی کی تمام اُمنگیں تیرے دل میں رہیں تجھکو زندگی کا لطف نصیب نہ ہوا - اے پوتر ہردے والے عزیز الوپ پرماتما تیرے آتما کو شانتی دیوے اور تیرے پس ماندگان کو صبر عطا کرے -

مؤلف - ناظرین جہانتک میرا قیاس اور خیال ہے مندرجہ بالا حقیقی جانگداز اور دلسوز سرگذشت کو پڑھکر نہ صرف ایسے انسان ہی جن میں ہمدردی رحم اور انسانیت کی بو ہے کفِ افسوس ملینگے بلکہ سخت سے سخت سنگدل بھی ایکدفعہ کلیجہ پکڑ کر رہجاوینگے اور بے رحم منشونکا دل پانی صورت بنکر آنکھوں کے راستہ بہ جاویگا - میں عام بھائیوں کے سُدھار کیواسطے عموماً اور مرحوم الوپ کے نزدیکی رشتہ داروں کے واسطے یعنی اپنے مہربان لالہ ملہن راج صاحب جنکو سب سے زیادہ صدمہ پہنچا ہوگا اور لالہ

پوشاک صاحب و لالہ دیا رام صاحب سے دلی ہمدردی اور افسوس
ظاہر کر لینے کے بعد چند سطور تحریر کرتا ہوں جو کہ اُن
کے ہردوں میں شانتی پیدا کرینگی۔ بشرطیکہ انکو وچار سے مطالعہ
کیا جاوے۔

مترو! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم سبکو موت کیوں بھیانک نظر
آتی ہے۔ اس کا جواب گو مختصر سا ہے مگر جن سجنوں نے اس
مضمون پر کبھی وچار تک نہیں کیا انکو ذرا مشکل معلوم ہوگا
اسکا جواب صرف یہ ہے کہ "ہم موت کو یاد نہیں کرتے ہیں"
حالانکہ وہ ہمارے اپنے سروں پر اور ہمارے بال بچوں عزیز
و اقربا کے سروں پر کھڑی ہو کر ہر گھڑی کیا بلکہ ہر منٹ
اور سکنڈ ڈنکے کی چوٹ پکار رہی ہے کہ اے سرائے دُنیا کے
مُسافرو! آخرت کے واسطے ہر دم تیار رہو۔ مگر باوجود اسکے
دُنیا کی بے ثباتی اور چند روزہ قیام کا خیال تک ہمارے دلوں
میں نہیں آتا ہے ہم اصلیت کو بھول کر اس فانی چیز کو ایک
دائمی چیز تصور کر کے عیش و عشرت میں مست ہوتے ہوئے طرح طرح
کی ہٹ دھرمیاں کرتے ہیں اور سنسار کو نرک و ہام بنا کر اپنا
پرلوک بگاڑ رہے ہیں۔ کیا ہمارے مرحوم الوپ کی خوبصورتی۔
نوجوانی۔ علمی لیاقت۔ خوش اخلاقی۔ اور ان سب اوصاف

کے مقابلہ میں اچانک موت کا صدمہ ہمکو یہہ سبق نہیں دیتا ہے کہ ہم موت کو ہر لحظہ یاد رکھیں جو ہماری موجودہ دنیا کی خوشحالی اور پرلوک کے سدھار کا باعث ہوگی مجھے اِس موقعہ پر ایک مہاتما کا وہ اتھیاس یاد آیا ہے جس سے موت کے چند روز بعد میں اِس کا اثر ظاہر ہونا ثبوت ہوتا ہے

اگلے زمانہ میں ایک راجہ تھا جس کو فقیروں سادھوؤں کی صحبت اور ست سنگ کا دلی شوق تھا۔ اور یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ "جوئندہ یابندہ" ایک روز وہ ایک ایسے مہاتما سادھو کے پاس جا نکلا کہ جو سوائے عبادت الٰہی کے کسی بات سے سروکار نہیں رکھتا تھا۔ راجہ لگاتار اس کی سب حرکات وسکنات کو دیکھتا اور متعجب ہوتا رہا۔ مگر باوجود کئی روز کے مشاہدہ کے راجہ نے معلوم کیا کہ وہ سادھو بھوجن نہیں کرتے تھے۔ ایک روز راجہ نے دست بستہ عرض کی کہ ہے مہاراج میں سخت متحیر ہوں کہ آپ بھوجن بالکل نہیں کرتے اور پھر آپ کی زندگی قائم ہے اِسکا کیا کارن ہے۔ سادھو نے فرمایا کہ ہے راجن بغیر بھوجن کسی کا بھی اِس دنیا میں جینا محال بلکہ ناممکن امر ہے۔ ہاں البتہ دنیاوی پدارتھوں کے بجائے میں تھوڑی سے گھاس پتی کھا کر اس

شریر کی پالنا کر سکتا ہوں۔ چنانچہ راجہ کی درخواست پر وہ جنگلی بوٹی جس پر مہاتما کا گذارہ تھا تھوڑی سی راجہ کو کھلائی گئی۔ چونکہ وہ بوٹی ایک بڑی طاقت ور اور قوت والی چیز تھی اِس لئے راجہ کے اندر بڑا جوش پیدا کر دیا۔ قاعدہ ہے کہ فقیر اسی جوش و قوت کو پرماتما کی عبادتمیں خرچ کرتے ہیں مگر وہ گرہستی راجہ اس کے اثر سے زیادہ بھوگ بلاس یعنی مند کرم کرنے لگا اور ساتھ ہی اِس نے بوٹی کی ایسی طاقت دیکھکر اپنی ایک لونڈی کو اُس فقیر کے پاس بھیجدیا۔ اِس خیال سے کہ جب کام دیو مجھ کو اس قدر ستاتا ہے مہاتما کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ چنانچہ وہ خوبرو لونڈی مہاتما کے سامنے ساری رات بیٹھی رہی مگر اُس یوگی پرش نے اُس کی طرف نگاہ تک نہ کی۔ آخرش صبحکو وہاں سے اُٹھکر اُس نے ساری کیفیت راجہ کو سُنائی۔ راجہ بڑا متعجب ہوا اور جا کر مہاتما سے اِسکا سبب پوچھا جواب ملا کہ اِس کا جواب تو پھر دیا جاویگا مگر مجھے یوگ ودیا سے آج معلوم ہوا ہے کہ ہے ارجن آج سے آٹھ روز بعد تم اِس جہان سے کوچ کر جاؤ گے۔ یہ خبر سُنکر راجہ کے پران اُسی وقت خطا ہو گئے۔ وہاں سے گھر آکر ذکر کیا۔ رانیوں کو بھی شوک پیدا ہوا۔

بجائے اِس کے کہ راجہ عیش و عشرت وغیرہ میں مصروف ہو جاتا
وہ تو عبادت میں لگ گیا اسکو روٹی تک گرہن کرنی بھول گئی ہاں
البتہ اگر کوئی خیال اسکو آتا تھا تو وہی آٹھہ روزہ موت کا وہ بدستور
مہاتما کے پاس جاتا اور مہاتما اُسکو تھوڑی جنگلی بوٹی دن بدن زیادہ
زیادہ مقدار میں کھانے کو دیتے غرضیکہ آٹھہ روز گذر گئے اور راجہ بدستور
زندہ رہا۔ نویں روز وہ مہاتما سے کہنے لگا کہ اے مہاپرش مجھ کو
آپ کے عقیدہ کے مُطابق موت تو نہیں آئی ہے۔ اسپر وہ مہاتما
ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہے راجن پہلے تو مجھے یہ بتا کہ ان آٹھہ
روز میں کام دیوتے تجھہ کو کسقدر تنگ کیا ہے اور علاوہ اِس کے
تو نے کتنی عیش و عشرت بھوگی ہے راجہ بولا کہ ہے مہاراج مجھہ کو روٹی
تک انگیکار کرنے کا خیال نہیں رہا۔ عیش و عشرت اور بھوگ بلاس
کس بلا کا نام ہے۔ موت کے ڈر نے مجھے سب کچھ بھلا دیا بلکہ
اِس بوٹی کا بھی اثر تک نہیں ہوا ہے۔ سادھو نے کہا کہ جب آٹھہ روز
موت کی یاد نے تم پر یہ اثر پیدا کر دیا تو ہے راجن مجھکو ہر گھڑی کیا ہر لحظہ
بلکہ ہر ایک سانس نکلنے پر بھی موت یاد ہے اور اِس کے خوف سے ہم
بداعمالیوں سے ڈرتے ہیں اِس لئے اِس کے خوف سے جنگلی بوٹیاں
وغیرہ ہم پر کیا اثر کر سکتی ہیں۔ راجہ کو اِس سے گیان ہو گیا۔
سوامی پیارو۔ موت کا یاد رکھنا ہمکو ضرور دُشٹ کرموں سے

سچاویگا جب ہم بداعمالی سے بچینگے تو ہمیں ایسے بھیانک اور درد
ناک صدمہ نہ برداشت کرنے پڑینگے۔

میرے پیارے بزرگو اور بھائیو عزیزان توپ کے والدین نے جو یہ صدمہ
دیکھا اسکا گیانی دنیا سے جو تعلق ہے اس کی تشریح کے واسطے ذیل
کا اتہیاس خالی از اثر نہ ہوگا۔ راجہ دہرتراشٹر نے جسوقت یہ سنا کہ
میرے ایک سوا ایک لڑکے لڑائی میں مارے گئے ہیں اور شاہی خاندان
کورو ان کا بالکل خاتمہ ہوگیا تو حیران ہو کر سری کرشن جی مہاراج سے پوچھنے
لگا کہ ہے مہاراج ایسا کونسا کارن ہے جس کی وجہ سے ایک تو میں
جنم کا اندھا ہوں اور پھر یہ جانگداز صدمہ جس کی نظیر دنیا میں نہ ہوگی مجھکو
پہونچا ہے میرا یہ سنشا دور کرو۔ اسپر سری کرشن مہاراج نے فرمایا کہ ہے
ارجن تو کئی جنموں سے چونکہ یوگی ہے اور یوگ ودیا جانتا ہے اس لئے میں
تم سے کہتا ہوں کہ اس یوگ ودیا کے ذریعے گیان کے نیتروں سے
اپنے پچھلے جنموں میں جو جو کرم تو نے کئے ہیں ان کی پڑتال کر تیرا یہ سنشا
خود بخود دور ہوجاویگا چنانچہ راجہ دہرتراشٹر نے اپنے سو جنم کے کرموں
کو دیو نیتر سے دیکھا مگر کوئی ایسا سندکرم نظر نہ آیا جسکا یہ پھل ہو پھر مہاراج
کرشن دیو سے پوچھا کہ میں نے سو جنموں کے کرموں کی پڑتال کی ہے مجھکو
کچھ پتہ نہیں لگا۔ مہاراج بولے کہ ہے ارجن جنم جنمانتروں کے کرموں کا پھل
انسان کو ملتا ہے تو اس سے زیادہ پہلے جنموں کی پڑتال کر یہ سنکر راجہ

نے جب اِس سے پہلے جنموں کے کرموں کی پڑتال کی تو کیا دیکھتا ہے
کہ میں ایک جنم میں راجہ تھا۔ میرے راج میں سب چیزیں موجود تھیں مگر ہنس
اور ہنسنی کا جوڑا میری بادشاہی میں نہ تھا چنانچہ میں نے یہ جوڑا وزیر کو اپنے
بادشاہی میں موجود کرنیکا حکم دیا وہ ڈھونڈ کر حیران ہوا مگر اُس کی ستری بڑی دانا
تھی اُس نے وزیر کو سکھلا دی کہ تو بادشاہ سے عرض کر کہ شاہی باغ میں
ایک حوض سنگ مرمر کا تیار کروا کر موتیوں کا تھال اِس کے بیچ میں رکھوا دیوے
ہنس ہنسنی ضرور اُڑتے پھرتے یہاں آسکیں گے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اچانک
ایک جوڑا ان پرندوں کا وہاں آنکلا اور اُنہوں نے میری آگیا سے اپنی خوش خوراک
چگ لی میں نے اِس جوڑے کو وہاں ہی رہنے اور آئندہ خوراک کیواسطے
موتی پہنچانیکا اقرار کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہنسنی نے انڈے دیے اور اُسمیں
سے ایکسو ایک بچہ پیدا ہوا۔ جب وہ کچھ بڑے ہوئے تو ہنس ہنسنی نے دربار
میں جاکر عرض کی ہے راجن ہم دونوں اب اپنے وطن کو جاتے ہیں ہمارے
بچوں کی تمکو حفاظت کرنی ہوگی۔ چنانچہ میں نے اُنکو آگیا دیدی اور باغبان کو
بُلا کر وہ ایکسو ایک بچہ اُس کی سپرد کر دیا۔
میں بد قسمتی کا مارا جو نیکہ گوشتخور تھا میرا بھائی حسب معمول ایکروز شکار کو
گیا اور جب اُسکو کوئی شکار نہ ملا تو اُسی ہنسنی کے ایک بچہ کو جو اتفاقاً شاہی
باغ کی فصیل سے اُڑ کر وہاں پھر رہا تھا پکڑ لیا اور خوب مصالحہ لگا کر رات
کو کباب بنا کر اِس نے مجھے کھلایا اِس کے ذریعہ سے میں اتی پرسن ہوا

اور پہاندی کو انعام دیکر تاکید کی کہ آیندہ ایسا ہی شکار ضرور لایا کرو۔
پہاندی یہ حکم پاکر روزانہ شاہی باغ سے ایک ایک بچہ ہنس کا روز پکڑ لاتا اور پکا کر
کباب کرکے کھلاتا۔ اتفاقاً جس روز وہ ایک سو ایک بچہ میں سے ان کو ہڑپ چکا
تو ہنس اور ہنسنی کا جوڑا وطن سے واپس آکر اور چمن میں ایک سو ایک بچوں کو
نہ پاکر روتے دربار پر آ حاضر ہوئے۔ اور ہنس نے اپنی داستان کہی۔ مہینہ باغبان
کو بلوایا اور سارا حال دریافت کیا جب اس نے سب بیان کیا تو چپ چاپ آیا یہ کیا اور مورچھا گت
ہو کر گر پڑا۔ ہنسنی جھٹ راجہ کو بلانے لگی اور کہنے لگی کہ اے راجہ تو اندھا تھا
کہ میرے ایک سو ایک بچے جو کہ میں تمہارے پاس امانت چھوڑ گئی تھی تو نے
کہا لئے اور تجھ کو ترس نہ آیا۔ ہنس بولا کہ اے ہنسنی تو درلاپ کر پرماتما نیائے
کاری ہے ضرور اسکو اس کا بدلہ ملیگا یہ کہکر وہ جوڑا وہاں سے اُڑ گیا۔ سو دیو
مہاراج اب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مند کرم کے بدلے آج مجھے یہ
دن دیکھنا نصیب ہوا۔ پیارے یہ اتہاس ہمیں سکھلاتا ہے کہ گذشتہ برے
کرموں کا پھل ہم کو بہر صورت بھوگنا ہے۔ اسواسطے صبر سے ہمیں ایسے دکھ
برداشت کرنا چاہئیں۔ ہاں البتہ آیندہ کے واسطے مت گو یاد رکھکر
اور ویدوں شاستروں سے رشی مہاتمانے جو سادھن ہمیں بتلائے ہیں
انپر عمل درآمد کرکے ہمیں اپنا جیون سپھل کرنا واجب ہے ہماری زندگی کی
تقسیم اوقات ایسی ہونی چاہیے کہ دم بھر بھی بیکار نہ رکھکر ہمارے ہردے
میں گندے خیالات پناہ گزیں ہو جاویں وید شاستر فرماتے ہیں ہر ایک

انسان کو واجب ہے کہ پراتہ کال ضروری حاجات سے فارغ ہو کر اشنان
کرے اور پھر ایک پرماتما جو تمام سرشٹی کا ہے سچے دل سے عبادت کرے بعد ازاں ہوم کر کے والدین
اور دیگر بزرگوں اور اتوار د مہمانوں کی پوجا سیوا کر کے حسب توفیق حیوانات اور
پرندوں کو کچھ خوراک دیوے اور پھر تو وہ بھوجن گرہن کرے۔ چونکہ معاش کا حاصل
کرنا بھی ایک ضروری فرض ہے اس واسطے کاروبار دنیاوی خواہ ملازمت ہو یا دوکان
کو پوری محنت اور دیانتداری سے دھرم انوسار سر انجام کر کے معاشرت کو کاروبار دل
اور مصیبت زدوں کی تکالیف میں شریک ہوتا ہوا اور اس سے ہمدردی کرتا ہوا شام
کی سندھیا وندنا درگاہ ایزدی میں کر کے اور بعد ازاں بھوجن گرہن کر کے کچھ عرصہ نیک
اور وفادار دوستوں کی صحبتوں میں بسر کرے یعنی ست سنگ کرے مگر وہ تمام
زندگی کا یہ وقت نہایت خطرناک ہوگا۔ اس میں پورا خیال رکھے کہ نہ کسی کی برائی
سنے اور نہ خود کرے۔ آخرش یک گھنٹہ رات کو بستر خواب پر استراحت کرتا ہے اور پھر سحر
پراتہ کال جاگ کر حسب متذکرہ بالا دنیا کے کل کاروبار اپنے ضمیر کی ہدایت کے
مطابق راست و ناراست بچار کر اور پرماتما پر پورا بھروسہ رکھ کر اپنی عارضی زندگی قیمتی
کرے۔ دنیاوی خوشیوں مثلاً دھن پتر وغیرہ پیدا ہونے کی پراپتی پر نہ حد سے زیادہ
خوشی کرے۔ اور موت وغیرہ کے موقعہ پر شانتی سے کام لیوے سیاہ پوشی مت
منش وہی ہے جس نے پروپکار کرتے ہوئے جنم مرن کے بندھن یعنی چوراسی کے
چکر سے اپنی خلاصی ہو جاویگی اور صرف اسی جنم میں آپ اتم پورن پرماتما کا درشن
کر سکتے ہو جو تمام کے ہردہ میں اس طرح پر عیاں ہے جس طرح کہ ڈالا ہوا سرمہ آنکھوں

ہیں - پرنتو دُشر مہ باوجود نزدیک تر ہونیکے خود آنکھوں کو دکھائی نہیں دیتا ہے ہاں البتہ
آپ اِس شرمہ کو ایک صاف آئینہ سے دیکھ سکتے ہو یہ پرماتما جوتی سروپ ہے اگر آپ درشن
کرنے کے خواہشمند ہیں تو اسکو من روپی آئینہ سے دیکھو لیکن ضرور اس روپی آئینہ کو
پہلے خوب صاف کر کے چمکاؤ یعنی کام کرودھ - لوبھ - موہ آدی کسی پرکار کی میل
اسپر نہ رہے جب تمہارا اس روپی شیشہ صاف ہو جاویگا تو تم خود بخود ہی اس کے
ذریعہ پرماتما کی منوہر صورت کا درشن کر لوگے اور اسمیں تمکو ایسا آرام آویگا کہ جس آنند
سے آپکو دنیا کی خواہشیں اور تمنائیں اور خوشیاں ہیچ نظر آوینگی - اور پھر اس حالت
میں آپکا جنم سپھل ہو جاویگا اور آپ بھو ساگر سے پار ہو جاؤگے -

نہ رستم رہا اور نہ سہراب باقی
نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا
زمیں کھا گئی یہ جواں کیسے کیسے
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

پیارو کہاں ہیں راجہ رامچندر جیسے آگیا کاری پتر جنہوں نے اپنے پتا کے
اقرار کے بموجب رانی کیکئی کی آگیا پالن کرنیکے واسطے اجودھیا نگری کی بادشاہی تک کا
خیال چھوڑ دیا اور بارہ برس کا بن باس اختیار کرنا منظور کر لیا کہاں ہیں لچھمن جی
جیسے دھرم ویر اور محبتی بھائی جنہوں نے دنیا کی عیش و عشرت سے منہ موڑ
کر اپنے بھائی کا ساتھ دینا منظور کیا کہاں ہیں راون جیسے بلی اور ابھمانی جو
دنیا میں اپنی برابر کسی دوسرے کو سمجھتے تک نہ تھے ہائے کہاں ہیں راجہ ہرشچندر
جیسے دھرماتما راجہ جنہوں نے بادشاہی کیا بلکہ استری پتر اور اپنی مان تک اس دھرم
کے امولک سودے میں دیدی اور کہاں ہیں قارون جیسے مالدار اور کنجوس بادشاہ

جنہوں نے روپیہ کے لالچ میں گورستان تک کھدوا ڈالے۔ کہاں ہیں دارا اور سکندر
جیسے شہنشاہ جنہوں نے اپنی عظمت اور بہادری کی دنیا میں دھوم مچادی
ہائے کہاں ہیں ہماری مرحوم ملکہ وکٹوریہ جس کے راج پر سورج غروب ہونیکا نام
تک نہ لیتا تھا کہاں ہیں سری گورو گوبند سنگھ جیسے دھرمی اور شور بیر جنہوں نے
دھرم اور قوم کیخاطر نہ صرف اپنا ہی سیس دیا بلکہ اپنے نوجوان لڑکے دھرم کے بلی
دان کئے کہاں ہیں سری سوامی دیانند سرسوتی جیسے ودوان رشی رلفارمر
جنہوں نے اپنی چند روزہ زندگی میں بھارت ورش کی کایا پلٹ دی ہندو
دھرم کی انوکھی تبدیلی کر کے دھرم پر جان قربان کر دی۔ کہاں ہیں رستم جیسے
بہادر یوسف جیسے خوبصورت تان سین اور باجو باورے جیسے راگی لقمان
ارسطو اور افلاطون جیسے حکما جنکی حکمت کا شہرہ چار دانگ عالم میں
مشہور تھا۔ مگر ہائے افسوس اپنی زندگی کیواسطے وہ بھی کچھ حکمت نہ سیکھے
اور چل دیئے۔ پیارے جو نازنین یہاں فرش گل پہ بھی سونا سوبکار سمجھتے تھے
اور تکبر سے چمن کے نازک مکان عرش بریں پر تھا اور جنکو قہقہے اور خندے
کے سوائے دم بھر آرام نہ تھا خاک میں زیر زمین یوں چل بسے کہ نشان تک
نہ رہا غرضیکہ کس کس کو یاد کریں اور رو دیں جبکہ موجودہ چاند ستارے سورج
اور پرتھوی سمندر اور پربت آدی سب پدارتھ کئی بار نشٹ ہوئے اور ہونگے تو کیا
بھائیو ان فانی چیزوں کی خاطر جنکے واسطے بقا کا نام تک لینا مناسب نہیں ہے
ہمارا شوک مناسب ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس بڑے سنسار میں ہمارے کروڑوں

پتا۔ پتر۔ستری اور بہائی گذر چکے ہیں اس لیئے رشتہ واروں کے سماگم کو بجلی کی چمک سمجھہ کر شوک نکرو۔ اور شانت چت ہو جاؤ۔ اوم۔ شانتی شانتی

رام گیو راون گیو جان بڑو پروار ॥ کہو نانک تہر کچھ نہیں سپنے جیوں سنسار

غزل

یوسف و شیرین و عذرا لیلی و بلقیس سے ‖ کتنے آئے سیر کو دیکھے تماشے چل بسے

وامق و قیس و سلیمان و زلیخا کوہ کن ‖ عاشق کامل تھے یہ لاکھوں تپا کر دل بسے

انوری و سعدی و حاجی نظامی عنصری ‖ سب کے سب سلطان اقلیم سخن تھے چل بسے

تھے جو لقمان و ارسطو اور افلاطوں حکیم ‖ کچھ نہ حکمت زندگی کی اپنی سیکھے چل بسے

بوعلی سے بھی ہزاروں آئے دنیا میں طبیب ‖ موت کی وار و کہیں سے پر نہ لائے چل بسے

ساتھ جن کے تھا ہمیشہ لشکر و فوج و سپاہ ‖ یکسانہ قبر کے اندر اکیلے چل بسے

ایک ساعت بھی نہ ٹھہرے جبکہ وعدہ آگیا ‖ جی کی جی میں ہی رہے ارمان سارے چل بسے

یہ کتنے ہی دیکھے اکثر عزیز و آشنا ‖ تندرست و خوبصورت چلتے پھرتے چل بسے

ہائے کوئی بھی نہ پلٹا اور نہ پوچھی کچھ خبر ‖ چھپکے ہو کے شہر خاموشاں میں سارے چل بسے

چل بسینگے ایکدن ہم بھی اسی صورت سے آہ ‖ جسطرح زیر زمیں یہ لوگ اگلے چل بسے

جیسے چل بسا یہاں اور وں کا ہم کرتے ہیں آہ ‖ دوست کل تکو کہینگے آج وہ بھی چل بسے

خانۂ اصلی ہیں جانے کا ذرا تو غم کر ‖ کھول آنکھیں دیکھہ علمی یار کیسے چل بسے

ختم ...

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

[illegible]

انوپ

جس میں نوجوان انوپ کی دردناک موت یعنی سچے واقعہ کا ذکر ہے۔ اور دکھ روپی سنسار سے پار اُترنے کے واسطے گیان شکھشا دی گئی

مُصنفہ

رائزادہ لال چند سکنہ احمد آباد ہیڈ ماسٹر ریلوے سکول۔ ڈنڈوٹ کالری

مطبع ستیہ دھرم پرچارک ہردوار میں طبع ہوا

قیمت ۲/ تعداد جلد ۵۰۰

ओ३म्।

सा० संख्या ——— पंजिका संख्या ———

पुस्तकों पर सर्वप्रकार की निशानियां लगाना अनुचित है।

कोई विद्यार्थी पन्द्रह दिन से अधिक पुस्तक नहीं रख सकता।

ناظرین

آپ نے سینکڑوں ناول اور کتابیں ملاحظہ فرمائی ہونگی
مگر ایسا دردناک عبرتناک سچا واقعہ آپ نے سُنا ہوگا
اور نہ پڑھا ہوگا۔ اس کتاب میں صرف دردناک حادثہ کا
ہی ذکر نہیں ہے بلکہ سچے پرماتما کو ملنے اور شانت چت
ہو جانے کا پورا پورا راستہ بتایا گیا ہے۔ فرائض انسانی
طرز زندگی کا پورا پورا سبق صاحبان ضرور ارباب
بصیرت اس کو ملاحظہ فرماکر سیکھہ سکتے ہیں۔

مولف

زمینِ چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

سنہ ۱۹۰۹ء کا سال صرف کشمیر جنت نظیر کے آبی طوفان سے تباہی کے
باعث ہی مشہور نہیں رہیگا بلکہ اس نے جو تباہی اور مصیبت
ہمارے شہر احمد آباد پر ڈالی ہے وہ بھی صفحہ ہستی کے سنگین
ریکارڈ پر یادگار رہیگی - ناظرین پیشتر اس کے کہ اس تباہی
کا ذکر کروں اس شہر کا تھوڑا سا حال بیان کرنا مناسب
سمجھتا ہوں۔ ضلع جہلم میں یہہ شہر بھدراوتی نگری کے
نام سے کسی گذشتہ زمانہ میں جسکا ٹھیک وقت معلوم نہیں ہے،
کوسوں میں آباد تھا - فلک ناہنجار نے اس کی عظمت وشان
آبادی و رونق پر رشک کھایا - اور یکلخت اسکو ایسا تباہ وبرباد
کیا کہ سوا اسے کھنڈرات اور راکھ کے ڈھیر کے اس جگہ آج
کل کچھ نظر ہی نہیں آتا - ہاں شہر مذکورہ کی دولتمندی کا ثبوت
بارشی ایام میں ان کھنڈرات سے چاندی، سونے اور تانبے
کے پرانے سکے آجتک برابر دستیاب ہونے سے پورا پورا ملتا ہے
اکثر سیاحان انگریز ان کھنڈرات کو دیکھنے اور پرانے سکوں
کی تلاش کے واسطے یہاں آئے ہیں آجکل ان کھنڈرات سے
قریباً ایک میل گوشہ جنوب کی طرف برلب دریائے جہلم ایک

شہر بنام احمد آباد واقع ہے جس کے گوشہ شرقاً جنوباً اور
قدرے شمالاً دریا کی لہریں موجزن ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف شہر کو
خوبصورت نظارہ ہی دیا ہے بلکہ اِس کی تباہی کا خاص باعث
بھی ہے۔ شہر مذکورہ کے گوشہ شمال میں ایک میل کی دوری پہ
وہی قدرتی کھنڈرات پہاڑی کی شکل میں واقعہ ہیں جنہیں سے
دور دور کا نظارہ نظر آتا ہے۔ شہر ہذا کو ایک پرانی پل نے
دو حصوں میں تقسیم کر کے نئے اور پرانے شہر کے نام سے
ملقب کر دیا ہے۔ گو کسی زمانہ میں یہ شہر پوری شان و شوکت
پر تھا۔ مگر فی زمانہ محکمہ بیکاری کے معاجنات تقریباً سارے شہر
میں موجود ہیں علاوہ اِس کے بیوپار اور روزگار کی حالت
بھی ابتر ہو گئی ہے۔ گو مدت سے دریائے جہلم اِس شہر کے زیر
دز ہو کر نے کے درپے تھا اور کئی دفعہ پیشتر ازیں شہر کے مکانات
کو غارت کر چکا ہے۔ مگر ماہ جون سنہ حال میں دریا نے اپنی معمولی
حالت بدلکر ایک دہشت ناک اور قہر آلودہ صورت اختیار کر لی
آناً فاناً اِس کا رُخ بدل گیا۔ اور یہ شہر کو غارت کرنے کے درپے
ہو گیا۔ چونکہ شہر مذکورہ ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے اِس واسطے
خواجہ خضر کے بیلداروں کو بہت کم تکلیف کرنی پڑی تھی۔ کیونکہ
دریا کی ڈھاہ سے اگر ایک مکان گرتا ہوتا تھا تو کئی متصلہ عمارات و

سے لرزاں ہوکر خود بخود گر جاتے تھے اور بھیانک نظارہ پیدا
کر دیتے تھے۔ غرضیکہ ہفتہ عشرہ میں قریباً دو صد سے زیادہ مکانات
دریا بادشاہ نے نذر کے لئے ناظرین اس موقعہ پر نہایت سخت سے سخت
پتھر دل آدمی بھی آنسو بہائے بغیر اور حسرت سے اس دردناک
تباہی کو دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جبکہ وہ اُن غریب اور بیوہ
عورتوں کی حالت پر نگاہ ڈالتا تھا جنکا کوئی وارث نہ تھا۔ اور نقد
مکان خام ہی دنیاوی جائداد تھی۔ دریا کے کنارے کھڑے
ہوئے اپنے مکانوں کو اس میں بھینٹ ہوتے ہوئے
دیکھتی تھیں اور آہ و زاری سے دردناک نالہ و فغاں کرتی سنائی
دیتی تھیں۔ اسی پر اکتفا نہ کرتی تھیں بلکہ بے سر و سامان اور
بے خانماں ہونے کے علاوہ انکو باقیماندہ دم زندگی گذارنے
کے واسطے کوئی رہائش گاہ نہ ملتی تھی۔ کئی بیچارے مرد و زن
جنکے پاس مال و زر کا نام نہ تھا اپنے مکانات کا نصف ملبہ بعوض مزدوری
دیگر اس کو گرانے کے واسطے مجبور ہو گئے۔ تاکہ کچھ کڑی وغیرہ
بچ رہے مگر طرفہ یہ کہ ایسے بدبختوں کو ملبہ لکڑی رکھنے کیواسطے
جگہ کا ملنا تو درکنار رہائشی مکان تک ملنا دشوار ہو گیا ہاں ملے
کہاں سے ایک معمولی آبادی کا شہر اور پھر اس میں قریباً نصف
مکانات کا گر جانا گو جن کے مکانات ابھی اس صدمے سے محفوظ تھے

اُنہوں نے بڑی فراخ حوصلگی سے کئی مصیبت زدوں کو خود تکلیف اختیار کر اپنے مکان کا حصہ دیا۔ مگر اُسیقدر جس قدر گنجائش تھی۔ آخر کل جگہیں پُر رک گئیں۔ اور بعضوں کو میدان میں عارضی ڈیرے جا پڑے۔ چنانچہ ایک مدد ز امدادی پرائیوٹ ٹڈل سکول کے طلبا کو معہ ماسٹران کے بوجہ خالی کر دیئے موجودہ مکان مالکان مکان کو میدان میں ڈیرہ لگانا پڑا اور مہتممان سکول حیران تھے کہ کیا انتظام کیا جاوے۔ بیوہ و غریب مستورات جسوقت اپنے مکان کو دریا بُرد ہوتے دیکھتی تھیں اور اپنے قدیم محلہ داروں کی مدامی جُدائی دیکھکر آپس میں ایسی ماتمی و دلسوز فغاں کرتی تھیں کہ شہر ایک ماتم کدہ نظر آتا تھا۔ بعضے مکانات ایسے عالیشان اور تازہ تعمیر شدہ تھے کہ ابھی تک میلے ہوئے تھے اور گرد ان کے واسطے پانی کی فتح پر رشک کرتی تھی۔ ہائے ایسے مکانات کے وارثوں کو اپنے ہاتھ سے اُنکا گرانا کیسے دوبھر معلوم ہوتا تھا۔ کچھ تو بلحاظ روزگار و بیوپار یہ شہر قسمت کا مارا آگے ہی پست درجہ پر پہنچ چکا تھا مگر فلک ناہنجار نے اِسپر بھی صبر نکیا رہتے سہتوں کو بے خانماں و لامکاں کر دیا۔ حکام وقت جن کی رعایا پروری اور عادل گستری مشہور عالم ہے) کیطرف سے ابتک ایسی سرد مہری رہی کہ باوجود شیر پون سنت دھرم پرچارک وغیرہ وغیرہ اخبارات میں کالم سیاہ

کیئے جانے کے اور میموریل بھیجے جانے کے کچھہ پرواہ نہ کی گئی - ہاں اگر دوسرے پہلو پر سوچا جاوے تو واقعی ساکنان احمد آباد کی اپنی غلطی اور قصور کی سزا گورنمنٹ کی موجودہ خاموشی ہے - کیونکہ ۲ سال گذرے ہیں کہ گورنمنٹ نے شہر داروں کی درخواست پر انکو پوری امداد دینی منظور کر لی تھی بشرطیکہ شہروالے خود کچھہ چندہ کریں مگر ہائے بے علمی تو نے کئی گھر ہی صرف برباد نہیں کیئے بلکہ شہر کے شہر تیری بدولت ویران ہو گئے شہر کے چند بے علم دشمنوں نے ایسے موقعہ پر چندہ دینے اور امداد لینے سے قطعی انکار کر دیا جبپر گورنمنٹ نے تعلق چھوڑ دیا - ہائے وہ شہر کے دشمن کیا بلکہ اپنی جان و مال کے دشمن اب کہاں ہیں - کیا اُن کے آنسو ایسے دردناک موقعہ پر نہیں نکلتے ہونگے جب کہ بیوہ اور مظلوم عورتوں کے دل کا دھواں اُن کے دماغ میں چڑھکر اور آہوں سے سرد ہو کر اور منجمد قطرہ بنکر اُن کی آنکھوں سے نکلنے کو تیار ہو گیا ہے - مگر نہیں ان بیچاروں کا کیا قصور - پرماتما کیطرف سے جس شہر پر مصیبت نازل ہوتی ہے اُس کے فرو کرنے کے واسطے سوائے پرماتما کے اور کوئی نہیں کرسکتا ہے - تقدیر کے آگے تدبیریں لاحاصل نظر آتی ہیں - اب دریائے اُلٹا رُخ پلٹتا ہے - اور خدا

نخواستہ اگر چندے یہی حالت رہی تو شہر کی شمالی زمینوں کو
تہ و بالا کرتا ہوا سارے شہر کو گرا دے گا۔

اُمید کیجاتی ہے کہ گورنمنٹ عالیہ جس کی رعایا پروری
اور دادگستری اور غربا پروری مشہور عالم ہے ہمزود توجہ
فرماکر اپنی بے بس رعیت کے واسطے دلی ہمدردی سے
کام لیگی اور شہر کو بچانے کی کوشش کریگی۔

ناظرین دریا نے صرف مکان کے گرانے پر ہی اکتفا نہیں
کیا بلکہ ذیل کا دردناک واقعہ اس کی ظلم۔ سرد مہری اور
بے دردی کا پورا پورا ثبوت ہے۔

فصل دوم

تدبیر قسمت کی برائی نہیں جاتی
بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

سمت ۱۹ کے ٹھیک پانچ بجے تھے ۔ صبح کا وقت تھا
ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً بارہ یا تیرہ برس کی ہوگی پرماتما نے
جس کمال کے ساتھ اُسے لیاقت اور سلیقہ عطا کیا تھا ویسے
ہی شرم وحیا کی اُس خوبی سے جو مستورات کے لئے ضروری ہے
محروم نہیں رکھا تھا آج اُسے اپنے پتی کے ہمراہ والدین کا گھر
چھوڑ کر شادی کے بعد پہلی ہی دفعہ سسرال میں جانا تھا گو والدین
گھر کی جدائی کے باعث اور والدین کی علیحدگی کی لحاظ سے بہو بیٹیوں
کی طرح ہماری دیوی کی ظاہرا صورت اوداس نظر آتی تھی مگر چونکہ
اُس نے ایک طرح کی نئی زندگی میں پتی دھرم پالن کے اور
گرہست آشرم نبھانے کی اُمید میں داخل ہونا تھا اسواسطے
اُسکی دلی مسرت کو وہی جانتی ہوگی چنانچہ صبح ہی لباس وغیرہ
تبدیل کرکے اور اپنی سہیلیوں سے مل ملاکر چلنے کی تیاری کردی

ناظرین اِس دیوی کے حسب نسب کی بابت صرف اتنا ہی لکھنا کافی ہوگا کہ یہ ہمارے ایک شریف ہموطن بھائی کی دختر ہے - لیاقت اور سلیقہ خانہ داری میں پوری لائق - علاوہ سادہ مزاج اور سادہ دِل ہونے کے نیک خیالات والی اور پاک سرشت لڑکی ہے آج یہ دیوی اپنے سوامی مسٹر انوپ کے ہمراہ جوکہ واقعی اِسم بامسمیٰ ہے اپنی سسرال میں جانے کیواسطے گھر سے روانہ ہوئی ہے - ہمارے نوجوان انوپ کے بارے میں صرف اِسقدر لکھنا کافی ہوگا کہ یہ نوجوان قریباً ۱۸ برس کی عُمر کا بانکا جوان شہر بھیرہ کا سکونتی ہمارے مہربان لالہ ہنسراج ڈپٹی انسپکٹر پولیس کا فرزند اکبر ہے - عِلمی لیاقت - ملنساری - محبت اور حلیمی میں یہ نوجوان یکتا زمانہ تھا - آج کل لاہور کالج میں ایف - اے - کلاس میں تعلیم پاتا تھا رُخصتوں پر گھر آیا ہوا تھا جہاں سے اپنی دھرم پتنی کو لینے اور علاوہ اِس کے ایک قریبی رشتہ دار کے شادی میں شامل ہونیکے واسطے یہاں آیا تھا - غرضیکہ جسوقت یہ جوڑا معہ اپنے والدین کے گھر سے روانہ ہوا تو راستہ میں جو کوئی ہمارے نوجوان مسٹر انوپ سے مِلا اسنے خوش اخلاقی اور خوش وضعی سے کشادہ پیشانی پورے جنٹلمینوں کی طرح اُس سے الوداعی الفاظ

کے قریباً ہر ایک مرد و زن ساکنان احمد آباد اِس نوجوان
کی خوش اخلاقی اور حلیمی کے مداح تھے کیونکہ اِسنے تھوڑے سے
ایام قیام میں سب کے دل تسخیر کرلئے تھے۔ "مگر ہائے
فلک تیرا ستیاناس ہو۔ ایسا کون انسان دنیا میں گذرا ہے
جسکے اوصاف پر تجھے رشک نہ آیا ہو۔ ہائے تیری نگاہ اس
کمبخت جوڑے پر بھی جا پڑی۔ اور تو حسرت کی نگاہ سے
انکو دیکھنے لگا"۔ کشتی کا محصول ٹھیکیداراں گذر کو دیکر
ہمارا نوجوان انوپ معہ دیگر رشتہ داروں کے سوار ہوگیا
مگر سوار ہوتے ہی اس کے خیالات نے پلٹا کھایا اور شرم
و حیا نے دامن پکڑا اپنے ماموں لالہ دیارام سے جو کہ پاس
ہی تھا آہستہ آہستہ یہ الفاظ کہہ کر کہ مجھے اپنے والد سسر
اور ساس اور والدہ کے روبرو اپنی دھرم پتنی کے ہمراہ جانے
سے شرم آتا ہے بہتر ہوگا کہ میں الگ دوسری کشتی میں آج شام
کو یا کل صبح چلا جاؤنگا یہ الفاظ کہہ کر جھٹ کشتی سے کود اپنا
کرایہ یعنی محصول گذر واپس لے اپنے ماموں کے ہمراہ واپس
بازار جانے کو تیار ہوگیا ہر چند سب نے ضد کی اور پکارا اگر
تقدیر نے کسی کی پیش نہ چلنی دی پیارے ناظرین ہمارے
نوجوان غریب انوپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ فرشتۂ اجل میری زندگی

کے مکان کے نیچے سرنگ بنا چکا ہے اور اسمیں کئی پیپا
باروت بچھا رہا ہے اور کوئی دم میں آگ لگا کر اسکو اڑانے
کے درپے ہے گو وہ بحصول وغیرہ دیکھ کشتی پر سوار ہو چکا تھا
مگر تقدیر یا غیبی طاقت نے اس کے کانوں میں شرم و حیا کا
لفظ پھونک کر اسکو کشتی سے اترنے کے واسطے مجبور کر دیا۔
کسی نے سچ کہا ہے ؎

بیک لحظہ بہ یک ساعت بہ یکدم   دگرگوں میشود احوال عالم

فصل سوئم

لے چلا گلچیں چمن سے گل اُڑا کر حیف صد
باغباں ہے بے خبر دربان ہیں سوئے ہوئے

الوپ ہائے الوپ! آج جہلم کا دریا اپنے پورے زور
شور سے بہ رہا ہے خاص کر اپنی درشتی و تیز رفتاری سے
ساکنان احمد آباد کے دلوں کو دہڑکا رہا ہے گویا پورے
جوش و خروش میں ہے اُس کی نگاہ آج خونخواروں کی طرح

بیطرح شوخ سی نظر آرہی ہے۔ اِس وقت ایک نوجوان
اشنان سے فارغ ہوکر کسی پاس والے سے باتیں کررہا ہے
کہ سامنے سے ایک اور آدمی نے جو حسب معمول پرماتما کی
عبادت کرنے کے واسطے کنارے دریا پر کھڑا ہے اچانک
دریا میں ہاتھ اُٹھتے دیکھ کر زور سے پکارا۔ پکڑیو۔ پکڑیو
کوئی ڈوبا جاتا ہے ناظرین ان الفاظ نے ہمارے نوجوان
کو جسکو ہم لالہ دیارام کہہ سکتے ہیں لرزا دیا اور جونہی پسنے
مُنہ موڑا اپنے عزیز انوپ کو نہ پایا یکدم غوغہ و شور مچایا کہ ہائے
میرا انوپ ڈوب گیا پکڑیو پکڑیو۔ یہ الفاظ سُنتے ہی ایک
شریف آدمی نے چھلانگ ماری مگر وہاں دریا کا اِس قدر
زور تھا کہ اُلٹی مُنہ کی کھائی اور غریق کا کوئی نشان تک ظاہر
نہوا ناظرین ہمارا نوجوان عزیز انوپ کشتی سے اُتر کر
شہر سے حجامت کرواکر اپنے ماموں لالہ دیارام کے
ہمراہ اشنان کے واسطے دریا پر آیا تھا اور دیارام نے
تو نہاکر اپنے ایک رشتہ دار سے باتیں شروع کردیں مگر
نوجوان انوپ نے جونہی دریا پر قدم رکھا اجل نے اُس
کو ایسا دہکا دیا کہ چشم زدن میں پانی اُسکو کہانسے کہاں
لیگیا۔ صرف ایک دفعہ اِس کے ہاتھ باہر نکلے اور پھر پتہ

نشان بالکل ندارد - دریا پر فوراً ہی کہرام مچ گیا۔ آناً فاناً یہ خبر شہر میں پہنچی - مرد و زن خورد کلاں آہ و نالہ کناں کنارہ دریا پر آ نکلے لالہ دیارام اور دوسرے رشتہ داروں نے بہت تلاش کی مگر کچھ پتہ نہ ملا سبکی آنکھوں کے آگے حسرت و اندوہ کی تصویریں پھرنے لگیں اور حیران پریشان شہر میں واپس آ گئے وہ ہنس چشم زدن میں غائب ہو گیا

مولف - ہائے انسان کیا کیا امیدیں باندھتا ہے۔ زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے بے پر کی اڑاتا ہے خواہ مخواہ جامہ سے باہر ہوا جاتا ہے لیکن جوں ہی دست اجل کے قابو چڑھا دم بھر کی بھی مہلت نہیں ملتی پھر وہ امیدیں امیدیں رہجاتی ہیں - ماں کو بچہ کے پیدا ہونے پر کتنی خوشی ہوتی ہے وہ محبت کی پتلی اپنے خیالات میں ہی اسے نوجوان بر سر روزگار شادی شدہ نہیں نہیں بلکہ پوتوں نواسوں والا فرض کر لیتی ہے - لیکن آہ ظالم موت - بیچاری کے ہوائی محلوں کو کسطرح خاک میں ملا دیتی ہے کوئی ہی ایسا خوش نصیب ہوگا جس کی امیدیں اس کے خیالات کے موافق بر آئی ہونگی۔ ہائے ! ہائے ! غضب تو اسوقت ہوتا ہے جبکہ بیوقت موت میں عالم شباب میں کسی کے پیچھے پڑ جاتی ہے - ناظرین ذرا

دل تھامئے ۔ آنسوؤں کو روک لیجئے ۔ میرا قلم رُک رہا ہے
اور جوش گریہ ہے کہ خود بخود اُمڈا چلا آتا ہے جبکہ مجھے یہ خیال آتا
ہے کہ ڈوبتے وقت ہمارے عزیز انوپ کے سامنے عجیب شکلیں
آتی ہوں گی وہ دیکھتا ہوگا کہ دیوتے آتے ہیں اور اُس کے
زرد چہرہ کو دیکھکر داڑھیں مارکر روتے ہیں وہ دیکھتا ہوگا کہ اُس
کے دوست جو مر چکے ہیں کفن پہنے ہوئے آتے ہیں اور اُس
کی صورت دیکھکر سر ہلاتے ہیں وہ دیکھتا ہوگا کہ اُس کی والدہ
اور باپ غمگین اور کبیدہ خاطر اِس کو دیکھتے ہیں مگر بے بس ہیں
وہ دیکھتا ہوگا کہ میری پیاری دھرم پتنی رنج والم میں غرقاب میرے
سامنے بیہوش پڑی ہے مگر کچھ کر نہیں سکتی غرضیکہ ہمارے نوجوان
کی خیالی تصویریں بھیانک موت کا نظارہ دکھایا کرتی ہونگی ۔ تنہا ہی
کبھی پیاری پتنی کے ہمراہ اپنے وطن جانیکا خیال اور کبھی
تقدیر کا زبردستی کشتی سے اُتر آنا اور موت کا سامنا عجیب
عجیب اثر پیدا کرتے ہونگے ۔ ہائے اُسپر کوہ الم کیوں نہ ٹوٹ
پڑتا ہوگا جبکہ اُس کو کالج کے کلاس فیلوز کی یاد آتی ہوگی
اپنے پروفیسروں کی تقریریں اور اُس پر آئندہ زندگی کے
مدارج سوچنے اور مختلف سبجکٹس پر لیکچروں کے سُننے کا اثر
اور اُس کے مقابلہ میں یہ موت کا فوٹو اسکو کیسے حیران کرتا ہوگا

غرضیکہ ان باتوں کو یا تو ہمارا معدوم شدہ عزیز جانے یا پرماتما جانے ہمارا تو صرف خیال ہی خیال ہے جو کہ دُنیا کی ناپائداری کا پورا ثبوت دیتا ہے

اِس گلشنِ ہستی میں عجب دید ہے لیکن
جب آنکھ کھلی گُل کی تو موسم ہے خزاں کا

فصل چہارم

ہائے یہ کیا ہو گیا

ناظرین - الوپ کی والدہ اور دھرم پتی وغیرہ کشتی سے اُتر کر بہرہ سے کچھ دوری پر ایک جگہ ہے وہاں کسی رشتہ دار کے لڑکے کی رسم مونڈن کے جشن پر چلی گئیں اور ہنسی خوشی - رنگ رنگیلیاں منانے میں مصروف ہو گئیں اور اسکا سسر شہر بہرہ میں چلا گیا - جب ان سب کو پیارے الوپ کے ڈوب جانے کی اور پتہ نہ ملنے کی خبر پہنچی تو سب کو جسقدر رنج والم ہوا وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے - والدہ نے تو یہ وحشت اثر خبر سنتے

ہی نعرہ مارا - آنکھوں میں خون اتر آیا اور حیران و پریشان عالم
سکتہ میں بیہوش ہو گر پڑی - ساتھ ہی ہماری دیوی کے ہوش
کے طوطے اڑ گئے - خون جگر کھانے لگی دم بخود ہو کر ششدر
ہو گئی - اگر کہتی تو کیا کہتی اس کی بہار جوانی پر خزان غم نے فوراً
سایہ ڈالا - یا وہ پھولوں کی مالا جو صرف آج پتی کی خاطر زیب گلو
کی گئی تھی توڑ تاڑ کر خاکمیں ملادی - ریشمی - زر بفتی پوشاک کو چیر
پھاڑ کر خاک کر دیا دنیا نگاہ میں تیرہ و تار نظر آنی لگی دلمیں کہتی تھی
کہ اے مالک ہائے یہ کیا ہو گیا - کیا یہ خواب ہے یا سچا واقعہ
ناظرین غور کا مقام ہے کہ ان سبکے دلوں پر پیارے انوپ
کے ڈوب جانے کی لفظ نے کتنا ستم ڈھایا ہو گا بار بار اس کے
سسر اور دیا لالہ نونا مل کے منہ سے یہ آواز نکلتی تھی کہ اے ناپاک
کینہ ور تجھے میرے سخت جگر پر رحم نہ آیا - آجتک تیرا سینہ مظلوموں
کی آہوں سے محفوظ رہا مگر یاد رکھنا کہ ہم ستم رسیدوں کی شعلہ خیز
آہوں سے تجھے اپنی جان بچانی مشکل ہو جاویگی - ایک آدمی سے
تیرا وجود نابود ہوا تو ہمارا ذمہ اے جہاں ساز غمناک خدا تجھے
غارت کرے - اے کمبخت لفظ تیرا برا ہو - غرضیکہ آہ و
فغاں کرتے ہوئے سب احمد آباد پہنچے - مگر لاش کا پتہ نہ لگنے
کیوجہ سے حیران و سرگردان رہے پولیس میں حسب دستور

رپورٹ پہنچائی گئی۔

فصل پنجم

لاش کی تلاش

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بِن کھلے مرجھا گئے

چھہ ستمبر کو ابھی مشرق کا شاہ سوار شعاعوں کا نیزا ہاتھہ میں لیکر عرصہ سپہر پر نمودار نہیں ہوا تہا کہ ہمارے بہائی لالہ دیارام مع کنسٹبل پولیس و ملاح کے کشتی لیکر نوجوان کی لاش کی تلاش کیواسطے شہر سے روانہ ہوئے کشتی کنارے کنارے چلی جاتی تھی اور لالہ دیارام کی نگاہ پانی کی ہر لہر کے ساتھہ تقاضیت کرتی تہی۔ دل حسرت سے پُر تہا ہر لحظہ زمانہ کی کجرفتاری کی شکایت کرتا جاتا تہا۔ ہائے وہ بانکا نوجوان جس کی شکل مہر و ماہ کے متشابہ تہی اور ہرکسی کو پیاری لگتی تہی لالہ دیارام کی آنکھوں کے آگے بار بار آ کر اُس کی حالت دِگرگوں کر رہی تہی گو اُس کی آنکھوں کے آگے گاہ گاہ آنسوؤں کے پانی سے تاریکی

آجاتی تہی مگروہ اِس خیال سے کہ کہیں لاش آنکھوں سے اوجہل نہو جاوے آنسوؤں کو بار بار رومال سے پوچہتا تہا وسہیں خیال آتا تہا کہ ہمارے نوجوان کی روح توجسم سے پرواز کرگئی ہوگی مگرا سے پرماتما ایک دفعہ اِس کی شکل کا آخری جلوہ تو دکہا غرضیکہ کشتی چلتے چلتے ایک تپ پر جسکا نام گذر کو ہلیان والہ ہے اور احمد آباد سے قریبًا چار کوس کے فاصلہ پر ہے۔ جا پہنچی۔ کچہ پتہ نہ لگا۔ ہمارے تلاش کنندوں کی پریشانی حد سے زیادہ بڑہگئی کیونکہ دل میں خیال آتا تہا کہ شاید کسی آبی جانور نے ہمارے نوجوان کو اپنا لقمۂ تر بنا لیا ہوگا۔ ہاے ہمارے ایسے مقسوم کہاں کہ اپنے بانکے چہیل چھبیلے عزیز کی شکل کو پہر دیکہہ سکیں ٹہیکیدار گذر نے حالات سننے کے بعد تسلی دی اور کہا کہ جہانتک میرا خیال ہے لاش اِس مقام سے نیچے نہیں گئی پورے آٹہہ پہر کے بعد مردہ تیرتا ہے بہتر ہوگا کہ تم آگے نہ جاؤ اور یہاں انتظاری کرو۔

اثناء گفتگو میں ٹہیکیدار مذکور کی نگاہ ایک ایسی چیز پر جاپڑی جس کی شکل سیاہ اور گول سی تہی۔ پانی سے باہر نکلتی ہوئی تیرتی آتی تہی جس کو دیکہکر لالہ دیارام کو شک کے بجائے یقین ہوگیا کہ غالبًا یہی لاش ہے۔ فورًا اُدہر رُخ کیا اور اِس کا شک واقعی

یقین سے بدل گیا۔ جب اس نے اپنے سرو قد نخل نونہال کے
سر کو پانی سے ذرا نکلتے ہوئے دیکھا فوراً درد و الم سے بھرا ہوا
جگر خراش نعرہ مارا اور گلے لپٹ گیا زار زار روتا تھا مگر اب کیا
ہو سکتا تھا وہ چاند سی خوبصورت بدستور اصلی رنگت پر نہیں صرف
کسی آبی جانور نے منہ پر تھوڑا سا زخم لگا دیا تھا۔ آخر قہر درو
بر جان درویش لاش کو کشتی میں رکھکر واپس ہو پڑے ہمارا
بھائی لالہ دیارام کشتی میں بیٹھا ہوا بار بار اس کی شکل دیکھتا
تھا اور صانع کی صنعت اور زمانہ کی کج رفتاری اور فلک کی ستم
شعاری کو یاد کرتا تھا کبھی بیخودی کے عالم میں کہتا تھا کہ اے
میرے نوجوان عزیز کیا تو ابھی تک غسل نہیں کر چکا۔ میرے
انوپ دیکھ تیرا ماموں کب سے تیری انتظاری کیواسطے کنارہ
پر کھڑا ہے۔ ہائے تو منہ سے کیوں نہیں بولتا۔ بیٹے تمہارا کون
گناہ کیا ہے۔ اے ستمگار کیا میرا انوپ واقعی مر چکا ہے۔ اگر یہ
سچ ہے تو زندہ کے بجائے مردہ کو میں کیسے اسے کنارہ پر لے
جاؤنگا۔ اے پرماتما مجھپر رحم کر اور ایکدفعہ اس کو زندگی بخش

ناظرین جب انسان کو دلی صدمہ پہنچکر اس کی حالت دگرگوں
ہو جاتی ہے تو عالم بیخودی میں ممکن و ناممکن سب کچھ اس کے
منہ سے نکل جاتا ہے۔

فصل ششم

لاش مل گئی

غم و غصہ و رنج اندوہ و حرماں
ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

دوپہر کا وقت ہے اور ماہ ستمبر کی گرمی آفتاب کی تپش غضب ڈھا رہی ہے دھوپ کی تیزی انتہا درجہ کو پہنچ گئی زمین تپ کر تابنا ہو گئی پھول سے چہرے کملا گئے۔ ان دریای سفر کرنیوالوں کیحالت قابل رحم ہے جو باوجود اس قدر گرمی اور آفتاب کی سختی اور اسپر بخارات آبی حرارت کے مار و مار کرتے ہوئے کشتی کو شمال کیطرف لیجا رہے ہیں۔ اُف یہ تو ہمارے بدنصیب بھائی لالہ دیارام ہیں۔ یہ ظلم رسیدہ انوپ کی لاش کو کشتی میں رکھے ہوئے لئے جا رہے ہیں۔ ہائے کیا حاسد فلک کو اس پر رحم نہ آیا اس نے یہ کیا کر دیا۔ ناظرین۔ ٹھیک بارہ بجے کا وقت تھا کہ شہر میں غوغا مچ گیا کہ انوپ کی لاش مل گئی ہے شہر کا مرد و زن کیا بلکہ بچہ بچہ اس جوان رعنا۔ سرو قد کی لاش کو دیکھنے کیخاطر دریا کے کنارے پر

دیکھنے کو روانہ ہوئے چونکہ کشتی خاص اپنی جگہ ٹھہرائی گئی
تھی جہاں سے ہمارا نوجوان شتکار اجل ہوا تھا۔ جوق در جوق
خلقت آنی شروع ہو گئی۔ مصنف ناول بھی اس درد انگیز موقعہ پر
موجود تھا اور اس دردناک و عبرتناک نظارہ کو بچشم خود دیکھ رہا
تھا۔ ناظرین دید و شنید میں صدہا کوس کا فرق ہوتا ہے اب
حسرتناک واقعہ ہائے نظارے سماری عمر میں نہ دیکھا نہ
سنا تھا۔ ہمارا نوجوان عزیز کشتی میں لمبے پاؤں پسارے
خواب راحت میں مست سویا ہوا تھا۔ اس کی نیند ایسی گہری
اور میٹھی ہے کہ زلزلہ پر زلزلہ بھی اگر آ جاوے تو وہ کروٹ نہ لیوے
اس کو خبر تک نہ تھی کہ میری اس نیند پر آج ساکنان احمد آباد
پر کیسی ابتری اور تباہی پھیل رہی ہے اور وہ کسقدر آہ و زاری
کر رہے ہیں۔ میرے نہانے کا مقام ماتم کدہ بن چکا ہے
ان سب باتوں سے بے خبر ہمارا نوجوان مدامی مستی میں مست
پڑا تھا۔ ہائے کیسا دردناک نظارہ تھا۔ اس کے سرہانے
پر اسکا والد دھسر، لالہ جوہارام ہائے بچیا ہائے بچیا کے
دردناک الفاظ بیخودی کے عالم میں کہتا ہوا حیران و سرگردان
آہ و نالہ کناں کھڑا تھا۔ بار بار اپنے نوجوان داماد کے چہرے
اور سرو قد کو دیکھتا اس کی لیاقتوں کا اور دنیا میں نامور بننے کے

خیالات کو اس کی اس حسرتناک حالت سے مقابلہ کرتا اور دم بخود ہو جاتا
تھا۔ اور انقلاب زمانہ کی دل ہی دل میں شکایت کرتا تھا ہر مرد و زن کیا
بلکہ بچہ بچہ کی خواہش تھی کہ اس بیچارے انوپ کے چہرہ کو جسنے
اپنی خوش اخلاقی اور حلیمی کی خوشبو سے ایک جادو بھری تاثیر کے
ساتھ سارے شہر کو معطر کر دیا تھا اور اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔
خواہ وہ اب مردہ حالت ہی

ناظرین جسونت نے خود عزیز کی لاش اور چہرہ پر خصوصاً
نگاہ ڈالی یکدم آنسو جاری ہو گئے زمانہ کا اونچ نیچ۔ عیش و
عشرت کی بے فکر زندگی کا اس حالت سے مقابلہ کرتا تھا اور
دل میں خیالات آتے تھے کہ کہاں اس عزیز جوان رعنا نے
اعلےٰ تعلیمیافتہ ہو کر اپنے خاندان کا فخر اپنے شہر کا نامور
قوم کا خیر خواہ۔ تھی دھرم کی سوسائٹیوں کا جو ہر ماتما لیڈر بنتا تھا
اور کہاں ظالم موت نے عین عالم شباب میں اسکو اپنا لقمہ
بنا لیا۔ کبھی عزیز انوپ کے سرو قد اور اس کی جوانی کا خیال کبھی
اس کی خوبصورتی اور تعلیم کا دھیان دلپر صدمے پہنچاتا تھا۔ سچ
ہے اس دنیا میں جہانتک غور سے نگاہ کریں سوائے رنج و الم
کے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ واقعی یہ دھوکے کی ٹٹی ہے جس کی
ہر ڈیں انسان شکلیں کھیلتا ہے۔ ہائے اس کی پیاری دھرم پتنی

ئیے دل میں کیا کیا خیالات گذر رہتے ہونگے - اس کی عمر ہمارے
پرانے خیالات کے لحاظ سے کیسے کٹے گی - وہ معصوم اس
صدمے کو کیسے برداشت کر سکیگی - غرضیکہ میں اسی شش و پنج
میں تھا کہ چند مستورات اسی معصوم دیوی کو جسکو ہمارا عزیز اتو
دامی مفارقت دیکر آج بیوگی کا خطاب دے گیا تھا سنبھالے
ہوئے لاش کے پاس لائیں -

ناظرین اسوقت کا دردناک نظارہ لکھتے ہوئے میری قلم
رک جاتی ہے - آنکھوں سے آنسو بند نہیں ہوتے ہائے
اس دردناک عبرتناک نظارہ کا فوٹو میں کیسے لکھوں -
دیوی نے جونہیں اپنے پریتم پیارے کے چہرہ پر نگاہ ڈالی
سکتہ کے عالم میں ہو گئی - خون خشک ہو گیا گویا صرف آنکھیں
ہی تھیں جو چہرہ پر تھیں - مگر بدن میں جان نہ تھی - ایسا عالم
بیخودی طاری ہو گیا اور خاموشی چھا گئی کہ اسکو دین و دنیا
کی خبر تک نہ رہی بے ہوش ہو کر گرنے کو تھی کہ چند سہیلیوں نے
ہم لوگوں کی آواز پر اُس کو سنبھالا اور علیحدہ کر لے گئیں -
شرم و حیا نے ہماری دیوی کی زبان پر ایسا قفل مقفل کر دیا
کہ ایک لفظ تک سوائے ٹھنڈی ٹھنڈی آہوں کے اسکی
زبان سے نہ نکلتا تھا - اے انڈیا - اے رشیوں کے دیش

ابھی تک تجھہ میں ایسی دیویاں موجود ہیں جنکا ہردہ سخت سے سخت زخموں سے گہائل ہوچکا ہے اور دنیاوی رنجوں کے باعث اُس کا دل چھلنی ہوکر ملیئت و نابود ہوچکا ہے مگر شرم و حیا کا خیال کیا مجال کہ دل سے دور ہو جاوے اے دیوتاؤں کی پاک بھومی آہ تیرے پر کیسے گھور پاپ ہو رہے ہیں۔ تیرے لاڈلے۔ تیرے فخر کیسی کیسی مصیبتیں سہہ رہے ہیں۔ مگر نہیں تونے پھر بھی ایسی دیویاں پیدا کر دی ہوئی ہیں جو کہ دنیا کے اور طبقوں سے انسانیت کے درجہ میں بدرجہا سبقت رکھتی ہیں۔ مگر اے بھارت ذرا آنکھہ کھول تیرے معصوم بچوں پر کیا ظلم ہو رہا ہے اور تو اُس کی خبر نہیں لیتا۔ اے فلک ستمگر اتنا ظلم تجھے شایاں نہ تھا ناظرین ہماری بیکس دیوی دل ہی دل میں ضرور کہتی ہوگی کہ اے فلک میں بالکل بے گناہ ہوں بے قصور معصوم ہوں اے بے مہر بد اختر فلک تجھکو تیرے اِس ظلم کا بدلہ ضرور ملیگا۔ میں درگاہ ایزدی میں مستغیث بنکر اور تجھکو ملزم بنا کر عدالت کے روبرو کھڑا کرونگی اور فریاد کرونگی کہ اے پرماتما میرے مشترکہ کا چراغ تمنے ہمیشہ کے لئے گل کر دیا سخت بیقرار اور زندگی سے بیزار ہوں۔ ہائے تجھے اصلی آب دانہ

کے بجائے غم کی روئی اور بیتابی کا پانی اب پینا پڑیگا۔ میری دُنیاوی خوشی یکقلم کافور ہو گئی اب میرا جینا حرام ہے بہتر ہوگا کہ تو میری بھی زندگی لے لے۔ بیشک اِس قسم کے دردناک خیالات سے ہماری دیوی کا ہردہ پُر ہوگا۔ مگر شرم وحیا کا پانی ایسے جگرسوز شعلوں کو دیوی کے مُنہ سے باہر آنے سے روکتا تھا۔ اور معلوم نہیں کہ یہ شُعلے اِسکے دل پر کیسا اثر پیدا کرتے ہونگے۔ اور پیدا کرینگے۔

لاش کو دیکھکر اور دُنیا کی بے ثباتی کے خیال کو ہرایک فرد و بشر اپنے دلمیں جگہ دیکر اور درد والم سے متاثر ہوکر اِس حسرتناک سرگذشت پر غور کرنے کے لئے الگ الگ جا بیٹھے۔ پولیس سارجنٹ نے بھی ہمارے عزیز نوجوان کی ساری کیفیت لالہ لوٹا مل سے قلمبند کرائی اور بروئے قانون نمبرداروں سے لاش شناخت کراکے اُن کی مُہریں ثبت کرائیں۔ کیونکہ اب شمشان بھومی میں لاش کو لیجانے اور جلانیکا وقت قریب تھا صرف اتنی انتظاری تھی کہ اِسکی والدہ اور دُوسرے رشتہ دار جو کل شام کو بھیرہ چلے گئے تھے آکر آخری مُنہ دیکھ لیویں۔ قریباً ۲ بجے ہونگے کہ لاش کے ملنے کی خبر سُنکر شہر بھیرہ سے ہمارے عزیز الوپ کی والدہ

اور دوسرے رشتہ دار ۔ دوست آشنا ۔ مرد وزن جنکی لاانتہا تعداد تہی ناؤ پر سامنے سے آتے ہوئے اور آہ و فغاں کرتے ہوئے دکہائی دیئے ۔ اُدہر ناؤ کا سامنے آنا تہا کہ اِدہر لوگوں نے لاش کو تختۂ تابوت پر ڈالکر مرگہٹ میں لیجانے کا رُخ کیا ۔

ناظرین جسوقت ہماری بہائی بوٹا مل اپنی معصوم دُختر بداختر کو تختہ تابوت کے نیچے نیچے اپنے ہاتھوں سے تہامے ہوئے آہ و فغاں کرتا ہوا شمشان بہومی میں جاتا تہا اُسوقت سخت سے سخت پتہر دل آدمی بہی روئے بغیر نہ رہ سکا ۔ یہ ایسا موثر دردناک نظارہ تہا کہ جسنے خلقت کے دلوں کے اندر حرارت پیدا کر دی اور اِس حرارت نے لوگوں کے اندر رونے سے آہوں کا دُہواں نکالا ۔ ہر خورد و کلاں ڈہاریں مار کر روتے تھے بعض ایسے بیخود ہوگئے کہ اِس نظارہ کو برداشت نہ کر سکے ۔

آخرش لاش کو مرگہٹ میں اُتار کر رکہا گیا اور ہمارے الوپ کی والدہ جسوقت ناؤ سے اُتری سیدہی آہ و فغاں کرتی ہوئی اپنے لختِ جگر کی لاش کو دیکہتے ہی چیخیں مار کر اُس سے لپٹ گئی ۔ کبھی لختِ جگر کو چہاتی سے لگاتی کبھی اُس کے

سرد چشم پر بوسہ دیتی ہائے - اس کی نگاہیں کیسی حسرت سے
بھری ہوئی ہیں - ہائے یہہ کیسا دلسوز وقوعہ تھا خدا کرے
کہ کسی والدہ کو بھی ایسے نوجواں کا صدمہ نہ پہنچے - ہر چند
مستورات اسکو اپنے دلبند کی لاش سے الگ کرتی تھیں -
مگر وہ ممتا کی ماری اسکو کب مانتی تھی - اسکا بھائی لالہ
دیارام جو ایک طرف دہیرہا تھہ رکھے ششدر کھڑا تھا ٹھنڈی
سانسیں بھرتا ہوا ہمشیرہ کے پاس گیا اور کہنے لگا اے
بہن یہ پرائی چیز تھی ہمارا اسپر عارضی تعلق تھا مالک نے
چھین لی اب آہ وزاری بیہودہ ہے - صبر کر اور لاش کو چھوڑ
اصلی الوپ نہ معلوم اس جسم سے کس وقت فرار ہو گیا ہے
اب لاش کو جلانے دو - مگر والدہ اپنے لخت جگر کے چہرہ کو
بار بار دیکھتی اور کہتی تھی اے میرے جگر کے ٹکڑے تادم حیات
یہ تیری بھولی بھالی صورت کی یاد میرے کلیجہ اور دلمیں آگ لگاتی
رہیگی اور میں کباب سیخ بن کر ہر وقت پہلو بدلتی رہونگی میں
اپنی بدقسمتی کے باعث تباہی اور مصیبت کے گرداب میں
غوطے کھاتی رہونگی غرضیکہ اس کی دردناک فغاں بار بار
ہم لوگونکو رلاتی تھی جبکہ وہ دلسوز آواز میں یہ کہتی تھی کہ اے
میرے لخت جگر اگر تو نے عدم کا راستہ اختیار ہی کرنا تھا تو

میرے ساتھ کا تو انتظار کر لیتا - ہائے میرے بانکے سنہرے
پروں والے پرندے کیا تیری چونچ آج اس دنیا کے باغ
میں ختم ہو چکی - کیا تو آئندہ اس ڈار میں نظر نہ آویگا -
ہائے ستم میرا ہنس آج غیر ملک کا مسافر بن گیا - اے میرے
نوجوان بابو تیرے کالج کے گریجوایٹ و انڈر گریجوایٹ دوست تیرے
کالج میں تیری غیر حاضری پر پروفیسر کو کس دردناک طور پر تیری
موت کی خبر دینگے - اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس خونی دریا کو تیرا
ہی خون پینا ہے تو میں تجھے اسطرف رخ ہی کیوں کرنے دیتی
اے پرماتما کن کن بداعمالیوں کے ماتحت تونے مجھے یہ صدمہ
دیا - ناظرین اس کو الوپ سے اس قدر محبت تھی کہ بہت کم
ماؤں کو اسقدر الفت اپنے بچوں سے ہوتی ہے غرض جا ناچار
لاش کو چتا پر جو کہ کئی وقت کے لحاظ سے پہلے ہی بنائی گئی تھی
رکھا گیا - چتا کو آگ لگاتے وقت جس دردناک فغاں سے
ظلم کی کشتہ مائی چلاتی تھی اس کے واسطے الفاظ نہیں ملسکتے
وہ چیخ چیخ کر کہتی ہے کہ ہے بھائیو مجھ فلک کی ستائی
ہوئی پر اتنا ظلم نکرو - میری آنکھوں کی پتلی کو اسطرح میرے
پاس رہنے دو - اس الوپ کو جسکو میں نے دنیا کی نعمت ہائے
گوناگوں سے پالا ہے جسکو میں ریشمی اور زربفتی چیدہ لباس

پہنا پہنا کر خوش ہوتی تھی عین عالم شباب یعنی بھری جوانی
میں میرے سامنے آگ لگاتے ہو کیا تمکو رحم نہیں آتا
میری آنکھوں پر پٹی باندھ دو تاکہ یہ حادثہ دیکھ نہ سکوں
مگر یہ درد و فغاں آہ و زاریاں اسوقت کیا کر سکتی تھیں
شمسان بھومی ایک ڈراؤنا صحرا معلوم ہوتا تھا سبکی
نگاہیں چتا کی طرف تھیں - اتنے میں دردناک آواز سنائی
دی کہ اے ایشور چونکہ میرے ناز و پیار ہنسی و خوشی وغیرہ
ہر چیز کا آج خاتمہ ہو چکا ہے اس لیئے بہتر ہوگا کہ یہی آگ جس
سے میرا پران پتی جل رہا ہے میری جان جلانیکا کام دیوے
اے میرے سوامی تیری دائمی مفارقت میں مجھے طرح طرح
کی صعوبتیں سہنی پڑینگی - نفرت اور حقارت کے زخم کہانے
پڑینگے - ہائے ان سب صدموں کو یہ ننھی سی جان کیسے برداشت
کر سکیگی - کاش کہ تو مجھکو اپنے ساتھ لے جا
ناظرین شمسان بھومی میں سبکو یہ آواز سنائی دی مگر کسی
کے منہ سے نکلتی ہوئی معلوم نہوئی البتہ اسوقت ایک قسم کا
دھواں بادل کی شکل میں نمودار ہوا جو ہماری بیکس معصوم
دیوی کے دل کی آخری آرزو تھی اور جس سے یہ درد و فغاں
لوگوں کے کانوں میں خود بخود سنائی دی تھی -

ہائے جسوقت بارہ سالہ معصوم دیوی پر پورا تک کا لحاظ سے اس کی ہمیشہ کی بیوگی کا خیال تعلیمیافتہ نوجوانوں پر عکس ڈالتا تہا۔ وہ دل ہی دلمیں کہڑ کہتے اور پیچ و تاب کہاتی تھی۔ مگر بزرگوں کا لحاظ اور رفتار زمانہ مانع تھی کوئی کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ آخرش عناصروں سے اپنا اپنا حصہ لیکر جسم کی ہستی کا خاتمہ کر دیا اور تمام عزیز و اقربا جو اوپ کے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہاتے تھے اور اس کی ذرا سی تکلیف سے بے چین ہو جاتے تھے اب اپنے ہاتھوں سے اسکو خاک سیاہ کر کے گھرونکو سدھارے۔

افسوس جسکو شام کے وقت گھر کے دروازہ کے اندر خوف آتا تہا آج تن تنہا شمشان بھومی میں ڈیرہ ڈالے پڑا ہے۔ پیارو یہ وہی جگہ ہے جہاں بڑے بڑے دیوتاؤنکو بڑے بڑے راجونکو دنیا کی مصیبتوں سے چھٹکارا پاکر آرام ملتا ہے سیکڑوں کیا بلکہ لاکھوں اور کروڑوں خدا کے بندے دنیا کو ہمیشہ کے لئے سلام کر کے سو رہے ہیں۔ زلزلہ پر زلزلہ آتا ہے مگر کروٹ نہیں بدلتے وہی سورج ہے وہی چاند وہی دن وہی رات مگر لطف یہ کہ آنکھ نہیں کہلتی۔ بجلی کی چمک۔ رعد کی کڑک ان کے

آرام میں خلل نہیں ڈال سکتی۔ اے عزیز انوپ اب مجھ کو بھی
مجبوراً ان کے سہارے چھوڑ لیتے ہیں تو دنیا میں یوں ہی آیا
اور چلا گیا۔ جوانی کی تمام امنگیں تیرے دل میں رہیں تجھکو زندگی
کا لطف نصیب نہ ہوا۔ اے پوتر ہردے والے عزیز انوپ پرماتما
تیرے آتما کو شانتی دیوے اور تیرے پس ماندگان کو صبر عطا
کرے۔

مولف۔ ناظرین جہانتک میرا قیاس اور خیال ہے مندرجہ
بالا حقیقی جانگداز اور دلسوز سرگذشت کو پڑھکر نہ صرف ایسے انسان
ہی جن میں ہمدردی رحم اور انسانیت کی بو ہے کفِ افسوس ملینگے
بلکہ سخت سے سخت سنگدل بھی ایکدفعہ کلیجہ پکڑ کر رہ جاوینگے اور
بے رحم منشونکا دل پانیکی صورت بنکر آنکھوں کے راستہ بہ
جاویگا۔ میں تمام بھائیوں کے شمار کیواسطے عموماً اور مرحوم
انوپ کے نزدیکی رشتہ داروں کے واسطے یعنی اپنے مہربان
لالہ منہراج صاحب جنکو سب سے زیادہ صدمہ پہنچا ہوگا اور لالہ

بوٹا لال صاحب وبالی ویا رام صاحب نے دلی ہمدردی یا دوستوں ظاہر کرنے سکے بچوں کی چند سطور تحریر کرتا ہوں جو کو اُن کے ہر دلوں میں شانتی پیدا کرینگی۔ بشرطیکہ انکو وچار سے مطالعہ کیا جاوے۔

متبرو! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم سبکو موت کیوں بھیانک نظر آتی ہے اس کا جواب گو مختصر سا ہے مگر جن سجنوں نے اس مضمون پر کبھی وچار تک نہیں کیا انکو ذرا مشکل معلوم ہوگا اسکا جواب صرف یہ ہے کہ "ہم موت کو یاد نہیں کرتے ہیں" حالانکہ وہ ہمارے اپنے سروں پر اور ہمارے بال بچوں عزیز واقربا کے سروں پر کھڑی ہوکر ہر گھڑی کیا بلکہ ہر منٹ اور سکینڈ ڈنکے کی چوٹ پکار رہی ہے کہ اے سرائے دُنیا کے مسافرو! آخرت کے واسطے ہر دم تیار رہو۔ مگر باوجود اسکے دُنیا کی بے ثباتی اور چند روز قیام کا خیال تک ہمارے دلوں میں نہیں آتا ہے ہم اصلیت کو بھول کر اس فانی چیز کو ایک دائمی چیز تصور کرکے عیش و عشرت میں مست ہوئے ہوئے طرح طرح کی ہٹ دھرمیاں کرتے ہیں اور سنسار کو نرک دھام بناکر اپنا پرلوک بگاڑ رہے ہیں سکیا ہمارے مرحوم النوپ کی خوبصورتی۔ نوجوانی۔ علمی لیاقت۔ خوش اخلاقی۔ اور ان سب اوصاف

کے مقابلہ میں اچانک موت کا صدمہ ہم کو یہہ سبق نہیں
دیتا ہے کہ ہم موت کو ہر لحظہ یاد نہیں جو ہماری موجودہ دنیا کی
خوشحالی اور پرلوک کے سدھار کا باعث ہوتی ہو۔ اس
موقعہ پر ایک مہاتما کا وہ ابھیاس یاد آیا ہے جس سے
موت کے چند روز بعد ہی اس کا اثر ظاہر ہونا ثبوت ہوتا ہے
اگلے زمانہ میں ایک راجہ تھا جس کو فقیروں سادھوؤں
کی صحبت اور ست سنگ کا دلی شوق تھا۔ اور یہ بات مسلم الثبوت
ہے کہ "جویندہ یابندہ" ایک روز وہ ایک ایسے مہاتما سادھو
کے پاس جا نکلا کہ جو سوائے عبادت الٰہی کے کسی بات سے
سروکار نہیں رکھتا تھا۔ راجہ لگاتار اس کی سب حرکات
و سکنات کو دیکھتا اور متعجب ہوتا رہا۔ مگر باوجود کئی روز کے
مشاہدہ کے راجہ نے معلوم کیا کہ وہ سادھو بھوجن نہیں
کرتے تھے۔ ایک روز راجہ نے دست بستہ عرض کی
کہ ہے مہاراج میں سخت متحیر ہوں کہ آپ بھوجن بالکل نہیں
کرتے اور پھر آپ کی زندگی قائم ہے اس کا کیا کارن ہے۔
سادھو نے فرمایا کہ ہے راجن بغیر بھوجن کسی کا بھی اس
دنیا میں جینا محال بلکہ ناممکن امر ہے۔ ہاں البتہ دنیاوی
پدارتھوں کے بجائے میں تھوڑی سی گھاس پتی کھا کر اس

شریر کی پالنا کر سکتا ہوں۔ چنانچہ راجہ کی درخواست پر وہ جنگلی بوٹی جسپر مہاتما کا گذارہ تھا تھوڑی سی راجہ کو کھلائی گئی۔ چونکہ وہ بوٹی ایک بڑی طاقت ور اور قوت والی چیز تھی اس لئے راجہ کے اندر بڑا جوش پیدا کر دیا۔ قاعدہ ہے کہ فقرا اسی جوش و قوت کو پرماتما کی عبادت میں خرچ کرتے ہیں مگر وہ گرہستی راجہ اس کے اثر سے زیادہ بھوگ بلاس یعنی مند کرم کرنے لگا اور ساتھ ہی اس نے بوٹی کی ایسی طاقت دیکھکر اپنی ایک لونڈی کو اس فقیر کے پاس بھیجدیا۔ اس خیال سے کہ جب کام دیو مجھ کو اس قدر ستاتا ہے مہاتما کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ چنانچہ وہ خوبرو لونڈی مہاتما کے سامنے ساری رات بیٹھی رہی مگر اس یوگی پرش نے اس کی طرف نگاہ تک نہ کی۔ آخرش صبحکو وہاں سے اٹھکر اس نے ساری کیفیت راجہ کو سنائی۔ راجہ بڑا متعجب ہوا اور جاکر مہاتما سے اسکا سبب پوچھا جواب ملا کہ اس کا جواب تو پھر دیا جاویگا مگر مجھے یوگ ودیا سے آج معلوم ہوا ہے کہ ہے ارجن آج سے آٹھ روز بعد تم اس جہان سے کوچ کر جاؤ گے۔ یہ خبر سنکر راجہ کے پران اسی وقت خطا ہو گئے۔ وہاں سے گھر آکر ذکر کیا۔ رانیوں کو بھی شوک پیدا ہوا۔

بجائے اس کے کہ راجہ عیش و عشرت وغیرہ میں مصروف ہو جاتا
وہ تو عبادت میں لگ گیا اسکو روٹی تک گرہن کرنی بھول گئی ہاں
البتہ اگر کوئی خیال اسکو آتا تھا تو وہی آٹھ روزہ موت کا وہ بدستور
مہاتما کے پاس جاتا اور مہاتما اسکو وہی جنگلی بوٹی دن بدن زیادہ
زیادہ مقدار میں کھانے کو دیتے غرضیکہ آٹھ روز گذر گئے اور راجہ بدستور
زندہ رہا۔ نویں روز وہ مہاتما سے کہنے لگا کہ اے مہاپرش مجھ کو
آپ کے عقیدہ کے مطابق موت تو نہیں آئی ہے۔ اسپر وہ مہاتما
ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہے راجن پہلے تو مجھے یہ بتا کہ ان آٹھ
روز میں کام دیو نے تجھ کو کسقدر تنگ کیا ہے اور علاوہ اس کے
تو نے کتنی عیش و عشرت بھوگی ہے راجہ بولا کہ ہے مہاراج مجھ کو رتی
تک انکی یاد کرنے کا خیال نہیں رہا۔ عیش و عشرت اور بھوگ بلاس
کس بلا کا نام ہے۔ موت کے ڈر نے مجھے سب کچھ بھلا دیا بلکہ
اسمیں بھوگی کا کبھی اثر تک نہیں ہوا ہے۔ سادہو نے کہا کہ جب آٹھ روز
موت کی یاد نے تم پر یہ اثر پیدا کر دیا تو ہے راجن ہمکو ہر گھڑی کیا ہر لحظہ
بلکہ ہر ایک سانس نکلنے پر بھی موت یاد ہے اور اس کے خوف سے ہم
بداعمالیوں سے ڈرتے ہیں اس لئے اس کے خوف سے جنگلی بوٹیاں
وغیرہ ہم پر کیا اثر کر سکتی ہیں۔ راجہ کو اس سے گیان ہو گیا۔
سو اے پیارو۔ موت کا یاد رکھنا ہمکو ضرور مند کرموں سے

بچاویگا۔ جب ہم بداعمالی سے بچینگے تو ہمیں ایسے ایسے بھیانک اور دردناک صدمہ نہ برداشت کرنے پڑینگے۔

میرے پیارے بزرگو اور بھائیو مخریز الوپ کے والدین نے جو یہ صدمہ دیکھا اسکا گیانی دنیا سے جو تعلق ہے اُس کی تشریح کے واسطے ذیل کا اتہاس خالی از اثر نہوگا۔ راجہ دہرتراشٹر نے جبوقت یہ سنا کہ میرے ایک سو ایک لڑکے لڑائی میں مارے گئے ہیں اور شاہی خاندان کوروان کا بالکل خاتمہ ہوگیا تو حیران ہوکر سری کرشن جی مہاراج سے پوچھنے لگا کہ ہے مہاراج ایسا کونسا کارن ہے جس کی وجہ سے ایک تو میں جنم کا اندھا ہوں اور پھر یہ جانگداز صدمہ جس کی نظیر دنیا میں نہوگی مجھکو پہونچا ہے میرا یہ سنشا نوارن کرو۔ اسپر سری کرشن مہاراج نے فرمایا کہ ہے ارجن تو کئی جنموں سے چونکہ یوگی ہے اور یوگ ودیا جانتا ہے اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ اس یوگ ودیا کے ذریعے گیان کے نیتروں سے اپنے پچھلے جنموں میں جو جو کرم تو نے کئے ہیں ان کی پڑتال کر تیرا یہ سنشا خود بخود نورت ہو جاویگا چنانچہ راجہ دہرتراشٹر نے اپنے سو جنم کے کرموں کو دیہ نیتر سے دیکھا مگر کوئی ایسا مند کرم نظر نہ آیا جسکا یہ پھل ہو پھر مہاراج کرشن دیو سے پوچھا کہ میں نے سو جنموں کے کرموں کی پڑتال کی ہے مجھکو کچھ پتہ نہیں لگا۔ مہاراج بولے کہ ہے راجن جنم جنمانتروں کے کرموں کا پھل انسان کو ملتا ہے تو اس سے زیادہ پہلے جنموں کی پڑتال کر یہ سنکر راجہ

سے نے جب اِس سے پہلے جنموں کے کرموں کی پڑتال کی تو کیا دیکھتا ہے
کہ میں ایک جنم میں راجہ تھا۔ میرے راج میں سب چیزیں موجود تھیں مگر ہنس
اور ہنسنی کا جوڑا میری بادشاہی میں نہ تھا چنانچہ میں نے یہ جوڑا وزیر کو اپنے
بادشاہی میں موجود کرنیکا حکم دیا وہ بڑے فکر میں ہوا مگر اُس کی استری بڑی دانا
تھی اُس نے وزیر کو سکشا دی کہ تو بادشاہ سے عرض کر کہ شاہی باغ میں
ایک حوض سنگ مرمر کا تیار کرا کر موتیوں کا تھال اس کے بیچ میں رکھوا دیوے
ہنس ہنسنی ہر دو اُڑتے پھرتے یہاں آ سکیں گے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اچانک
ایک جوڑا ان پرندوں کا وہاں آ نکلا اور اُنہوں نے میری آگیا سے اپنی خوراک
چگ لی میں نے اِس جوڑے کو وہاں ہی رہنے اور آئندہ خوراک کیواسطے
موتی پہنچانیکا اقرار کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہنسنی نے انڈے دیے اور اُنمیں
سے ایک سو ایک بچہ پیدا ہوا۔ جب وہ کچھ بڑے ہوئے تو ہنس ہنسنی نے دربار
میں جا کر عرض کی ہے راجن ہم دونوں اب اپنے وطن کو جاتے ہیں ہمارے
بچوں کی تمکو حفاظت کرنی ہوگی۔ چنانچہ میں نے اُنکو آگیا دیدی اور باغبان کو
بلا کر وہ ایک سو ایک بچہ اُس کی سپرد کر دیا۔

میں بدقسمتی کا مارا چونکہ گوشتخور تھا میرا بھاندی حسب معمول ایکروز شکار کو
گیا اور جب اُسکو کوئی شکار نہ ملا تو اُسی ہنسنی کے ایک بچہ کو جو اتفاقاً شاہی
باغ کی فصیل سے اُڑ کر وہاں پھر رہا تھا پکڑ لیا اور خوب مصالحہ لگا کر اُس
کو کباب بنا کر اس نے مجھے کھلایا اس کے ذریعہ سے میں اتی پرسن ہوا

اور پہاندی کو انعام دیکر تاکید کی کہ آئندہ ایسا ہی شکار ضرور لایا کرے
پہاندی یہ حکم پاکر روزانہ شاہی باغ سے ایک بچہ ہنس کا روز پکڑ لاتا اور مجھکو
کباب کرکے کھلاتا۔ اتفاقاً جس روز وہ ایک سو ایک بچہ پہچان کو دے چکا
تو ہنس اور ہنسنی کا جوڑا وطن سے واپس آگیا اور وہ چمن میں ایک سو ایک بچوں کو
نہ پاکر وہ دربار پر آحاضر ہوئے۔ اور راجہ سے اپنی امانت مانگی۔ تب باغبان
کو بلوایا اور سارا حال اس نے سب بیان کیا تو سنتے ہی سٹپٹا گیا اور مورچھا گت
ہو کر گر پڑا۔ ہنسنی چلا اور وِلاپ کرنے لگی اور کہنے لگی کہ اے راجہ تو دانا تھا
کہ میرے ایک سو ایک بچے جو کہ میں تمہارے پاس امانت چھوڑ گئی تھی تو نے
کھا لئے اور تجھکو ترس نہ آیا۔ ہنس بولا کہ اے ہنسنی تو وِلاپ مت کر پرماتما نیائے
کاری ہے ضرور اسکو اس کا بدلہ ملیگا۔ یہ کہکر وہ جوڑا وہاں سے اڑ گیا۔ سو ہے
مہاراج اب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نشٹھ کرم کے بدلے آج مجھے یہ
دن دیکھنا نصیب ہوا۔ پیارو یہ اتہاس ہمیں سکھلاتا ہے کہ گذشتہ بُرے
کرموں کا پھل ہم کو بہر صورت بھوگنا ہے۔ اسواسطے صبر سے ہاں ایسے صدمے
برداشت کرنا چاہئیں۔ ہاں البتہ آئندہ کے واسطے موت کو یاد رکھکر
اور ویدوں شاستروں سے رشی مہاتماؤں نے جو سادھن ہمیں بتلائے ہیں
انپر عمل درآمد کرکے ہمیں اپنا جیون سپھل کرنا واجب ہے ہماری زندگی کی
تقسیم اوقات ایسی ہونی چاہیئے کہ دم بھر بھی بیکار نہ رہکر ہمارے ہردے
میں گندے خیالات پناہ گزین ہو جاویں وید شاستر فرماتے ہیں ہر ایک

انسان کو واجب ہے کہ پراتہ کال ضروری حاجات سے فارغ ہو کر اشنان
کرے اور پھر ایک پرماتما جی کی سروپا کی سچے دل سے عبادت کرے بعد اس کے والدین
اور دیگر بزرگوں اور اتیتھی و مہمانوں کی پوری سیوا کرکے حسب توفیق حیوانوں اور
پرندوں کو کچھ خوراک دیوے اور پھر خود بھوجن گرہن کرے۔ چونکہ معاش کا حاصل
کرنا بھی ایک ضروری فرض ہے اسواسطے کاروبار دنیاوی خواہ ملازمت ہو یا دوکانداری
کو پوری محنت اور دیانتداری سے دھرم انوسار سرانجام کرکے معاشرت کماوے اور بیمار
اور مصیبت زدوں کی تکالیف میں اگر کچھ خرچ ہوتا ہو اور اس سے ہمدردی کرتا ہوا شام
کی عبادت درگاہ ایزدی میں گذارے بعد ازاں پھر بھوجن گرہن کرکے کچھ عرصہ نیک
اور وفادار دوستوں کی صحبتوں میں بسر کرے یعنی ست سنگ کرے۔ مگر یاد رہے
زندگی کا یہ وقت نہایت خطرناک ہوگا اسمیں پورا خیال رکھے کہ نہ کسی کی برائی
سنے اور نہ خود کرے۔ آخرش ۱۰ گھنٹہ رات کو بستر خواب پر استراحت کرتا ہوا پھر بدستور
پراتہ کال جاگ کر حسب متذکرہ بالا دنیا کے کل کاروبار اپنے ضمیر کی ہدایت کے
مطابق راست و نا راست بچار کر اور پرماتما پر پورا بھروسہ رکھکر اپنی عارضی زندگی بتیت
کرے۔ دنیاوی خوشیوں مثلاً دھن پتر وغیرہ پدارتھوں کی پراپتی پر نہ حد سے زیادہ
خوشی کرے۔ اور موت وغیرہ کے موقعہ پر شانتی سے کام لیوے۔ پیارو ست
منش وہی ہے جسمیں پروپکار کرتے ہوئے جنم مرن کے بندھن یعنی چوراسی کے
چکر سے آپکی خلاصی ہو جاویگی اور صرف اسی جنم میں آپ اس پورن پرماتما کا درشن
کر سکتے ہو جو آپ کے ہردے میں اس طرح پر براجمان ہے جس طرح کہ ڈالا ہوا سرمہ آنکھوں

ہیں یہ تیرا دُسرمہ باوجود نزدیک تر ہونیکے خود آنکھوں کو دکھائی نہیں دیتا ہے ہاں البتہ
آپ اس سُرمہ کو ایک صاف آئینہ سے دیکھ سکتے ہو پرماتما جوتی سروپ کا اگر آپ درشن
کرنے کے خواہشمند ہیں تو اِسکو من روپی آئینہ سے دیکھو مگر خبردار من روپی آئینہ کو
پہلے خوب صاف کرکے چمکا دینے کا کام کرو ورنہ - لو یکھ - سو وہ آدمی کسی پرکار کی میل
اسپر نور ہے جب تمہارا من روپی شیشہ صاف ہوجاویگا تو تم خود بخود ہی اس کے
ذریعہ پرماتما کی منوہر جوت کا درشن کرلوگے اور اسمیں تمکو ایسا آرام آویگا کہ جسپر آنند
سے آپکو دنیا کی خواہشیں اور تمنائیں اور خوشیاں ہیچ نظر آوینگی - اور پھر اس حالت
میں آپکا جسم سپھل ہوجاویگا اور آپ بھو ساگر سے پار ہوجاوینگے -

نہ رُستم رہا اور نہ سہراب باقی	زمیں کھا گئی یہ جواں کیسے کیسے
نہ گورِ سکندر نہ ہے قبرِ دارا	مٹے ناميوں کے نشاں کیسے کیسے

پیارو کہاں ہیں راجہ رامچندر جیسے آگیاکاری پُتر جنہوں نے اپنے پتا کے
اقرار کے بموجب رانی کیکئی کی آگیا پالن کرنیکے واسطے اجودھیا نگری کی بادشاہی تک کا
خیال چھوڑ دیا اور بارہ برس کا بن باس اختیار کرنا منظور کرلیا کہاں ہیں لچھمن جی
جیسے دھرم ویر اور سچے بھائی جنہوں نے دُنیا کی عیش و عشرت سے مُنہ موڑ
کر اپنے بھائی کا ساتھ دینا منظور کیا کہاں ہیں راون جیسے بلی اور ابھمانی جو
دُنیا میں اپنی برابر کسی دوسرے کو سمجھتے تک نہ تھے ہائے کہاں ہیں راجہ ہرشچندر
جیسے دھرماتما راجہ جنہوں نے بادشاہی کیا ملکہ استری پُتر اور اپنی جان تک اس دھرم
کے انوکک سودے میں دیدی اور کہاں ہیں قارون جیسے مالدار اور کنجوس بادشاہ

جنہوں نے روپیہ کے لالچ میں گورستان تک کھدوا ڈالے۔ کہاں ہیں دارا اور سکندر جیسے شہنشاہ جنہوں نے اپنی عظمت اور بہادری کی دنیا میں دہوم مچا دی ہائے کہاں ہیں ہماری مرحوم ملکہ وکٹوریہ جس کے راج پر سورج غروب ہونیکا نام تک نہ لیتا تہا کہاں ہیں سری گورو گوبند سنگہ جیسے دہرمی اور سوربیر جنہوں نے دہرم اور قوم کیخاطر نہ صرف اپنا ہی سر دیا بلکہ اپنے نوجوان لڑکے دہرم کے بلی دان کیئے کہاں ہیں سری سوامی دیانند سرسوتی جیسے ودوان رشی رلفارمر جنہوں نے اپنی چند روزہ زندگی میں بھارت ورش کی کایا پلٹ دی ہندو دہرم کی انوکھی تبدیلی کر کے دہرم پر جان قربان کردی۔ کہاں ہیں رستم جیسے بہادر یوسف جیسے خوبصورت تان سین اور باجو باورے جیسے راگی لقمان ارسطو اور افلاطون جیسے حکما جنکی حکمت کا شہرہ چار دانگ عالم میں مشہور تہا۔ مگر ہائے افسوس اپنی زندگی کیواسطے وہ بہی کچہ حکمت نہ سیکہے اور چلدیئے۔ پیارو جو نازنین یہاں فرش گل پہ بہی سونا سوبکار سمجہتے تہے اور تکبر سے جن کے ناز کا مکان عرش بریں پہ تہا اور جنکو قہقہے اور خندے کے سوائے دم بہر آرام نہ تہا خاک میں زیر زمین یوں چل بسے کہ نشان تک نہ رہا غرضیکہ کس کس کو یاد کریں اور رودیں جبکہ موجودہ چاند ستارے سورج اور پرتہوی سمندر اور پربت آدی سب پدارتہ کئی بار نشٹ ہوئے اور ہونگے تو کیا بہائیو ان فانی چیزوں کی خاطر جنکے واسطے بقا کا نام تک لینا مناسب نہیں ہے ہمارا شوک مناسب ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس بڑے سنسار میں ہمارے کروڑوں

پتا - پیتر - سنتری اور بہائی گنڈ رچکے ہیں اس لئے رشتہ داروں کے سماگم کو بجلی کی چمک سمجھ کر شوک نکرو - اور شانت چت ہو جاؤ - اوم شانتی شانتی

رام گیو راون گیو جان بہو پروار ۔ کہو نانک تھر کچھ نہیں سپنے جیوں سنسار

غزل

یوسف و شیریں و عذرا لیلی و بلقیس سے — کتنے آئے سیر کو دیکھے تماشے چل بسے

وامق و قیس و سلیمان و زلیخا کوہ کن — عاشق کامل تھے یہ لاکھوں بچارے چل بسے

انوری و سعدی و حاجی نظامی عنصری — سب کے سب سلطان اقلیم سخن تھے چل بسے

تھے جو لقمان و ارسطو اور افلاطوں حکیم — کچھ نہ حکمت زندگی کی اپنی سیکھے چل بسے

بوعلی سے بھی ہزاروں آئے دنیا میں طبیب — موت کی دارو کہیں سے پر نہ لائے چل بسے

ساتھ جن کے تھا بہا نہ لشکر فوج و سپاہ — بیکسانہ قبر کے اندر اکیلے چل بسے

ایک ساعت بھی نہ ٹھہرے جبکا وعدہ آگیا — جی کی جی میں ہی رہے ارماں سبھی چل بسے

دیکھتے ہی دیکھتے اکثر عزیز و آشنا — تندرست و خوبصورت سیدھے پھرتے چل بسے

ہائے کوئی بھی نہ پلٹا اللہ نہ پوچھی کچھ خبر — چپکے چپکے شہر خاموشاں میں سارے چل بسے

چل بسینگے ایک دن ہم بھی اسی صورت سے آہ — جسطرح زیر زمیں یہ لوگ اگلے چل بسے

جیسے چل بسنا بیاں اور دل کا ہم کرتے ہیں آہ — دوست کل ہمکو کہینگے آج وہ بھی چل بسے

خانہ اصلی میں جانے کا ذرا تو فکر کر — کھول آنکھیں دیکھ علمی یار کیسے چل بسے

ختم...

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

وا رزمانہ جس پہ سکندر سا بادشاہ — پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
[illegible] — حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

انوپ

جس میں نوجوان انوپ کی دردناک موت یعنی سچے واقعہ کا ذکر ہے - اور دکھ روپی سنسار سے پار اترنے کے واسطے گیان شکشا دی گئی

مصنف

رائزادہ لال چند سکنہ احمد آباد ہیڈ ماسٹر ریلوے سکول -
ڈنڈوٹ کالری

مطبع سناتن دھرم پرچارک ہریدوار میں طبع ہوا

قیمت ۲ ر
تعداد جلد ۵۰۰

یہ سچی سرگذشت معہ گیان

ناظرین

آپ نے سینکڑوں ناول اور کتابیں ملاحظہ فرمائی ہونگی
مگر ایسا دردناک عبرتناک سچا واقعہ آپ نے سُنا ہوگا
اور نہ پڑھا ہوگا۔ اس کتاب میں صرف دردناک حادثہ کا
ہی ذکر نہیں ہے بلکہ سچے پرماتما کو ملنے اور شانت چت
ہو جانیکا پورا پورا راستہ بتایا گیا ہے۔ فرائض انسانی
طرز زندگی کا پورا پورا سبق صاحبان خردوارباب
بصیرت اس کو ملاحظہ فرماکر سیکھ سکتے ہیں۔

مولف

زمینِ چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

۱۸۹۳ء کا سال صرف کشمیر جنت نظیر کے اہلِ طوفان سے تباہی کے باعث ہی مشہور نہیں رہیگا بلکہ اِس سے جو تباہی اور مصیبت ہمارے شہر احمد آباد پر ڈالی ہے وہ بھی صفحۂ ہستی کے غمگین ریکارڈ پر یادگار رہیگی ۔ ناظرین پیشتر اِس کے کہ اُس تباہی کا ذکر لکھوں اس شہر کا تھوڑا سا حال بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں ۔ ضلع جہلم میں یہ شہر بہدراوتی نگری کے نام سے کسی گذشتہ زمانہ میں جسکا ٹھیک وقت معلوم نہیں ہے کوسوں میں آباد تھا ۔ فلک ناہنجار نے اِس کی عظمت و شان آبادی و رونق پر رشک کھایا ۔ اور کمبخت اُسکو ایسا تباہ و مسمار کیا کہ سوا سے کھنڈرات اور راکھ کے ڈھیر کے اِس جگہ آج کل کچھ نظر ہی نہیں آتا ۔ ہاں شہر مذکورہ کی دولتمندی کا ثبوت بارشی ایام میں اُن کھنڈرات سے چاندی ۔ سونے اور تانبے کے پرانے سکے آجتک برابر دستیاب ہونیسے پورا پورا ملتا ہے اکثر سیاحان انگریز ان کھنڈرات کو دیکھنے اور پرانے سکوں کی تلاش کے واسطے یہاں آتے ہیں آجکل یہ ان کھنڈرات سے قریباً ایک میل گوشہ جنوب کی طرف برلب دریائے جہلم ایک

شہر بنام احمد آباد واقع ہے جس کے گوشہ شرقاً جنوباً اور
قدرے شمالاً دریا کی لہریں موجزن ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف شہر کو
خوبصورت نظارہ ہی دیا ہے بلکہ اس کی تباہی کا خاص باعث
بھی ہے۔ شہر مذکورہ کے گوشہ شمال میں ایک میل کی دوری پر
قدیمی قدرتی کھنڈرات پہاڑی کی شکل میں واقعہ ہیں جن سے
دور دور کا نظارہ نظر آتا ہے۔ شہر ہذا کو ایک پرانی پل نے
دو حصوں میں تقسیم کر کے نئے اور پرانے شہر کے نام سے
ملقب کر دیا ہے۔ گو کسی زمانہ میں یہ شہر پوری شان و شوکت
پر تھا۔ مگر فی زمانہ محکمہ بیکاری کے سارجنٹ تقریباً سارے شہر
میں موجود ہیں علاوہ اس کے بیوپار اور روزگار کی حالت
بھی ابتر ہو گئی ہے۔ گو مدت سے دریائے جہلم اس شہر کے زیر
و زبر کرنے کے درپے تھا اور کئی دفعہ پیشتر ازیں شہر کے مکانات
کو غارت کر چکا ہے۔ مگر ماہ جون سنہ حال میں دریا نے اپنی معمولی
حالت بدلکر ایک وحشتناک اور قہر آلودہ صورت اختیار کر لی
آناً فاناً اس کا رخ بدل گیا۔ اور یہ شہر کو غارت کرنے کے درپے
ہو گیا۔ چونکہ شہر مذکورہ ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے اس واسطے
خواجہ [illegible] کے باشندوں کو بہت کم تکلیف کرنی پڑی تھی۔ کیونکہ ہر کسی
دریا کی باڑھ سے اگر ایک مکان گرتا تھا تو کئی مسلم عمارات

سے لرزاں ہوکر خودبخود گر جاتے تھے اور بھیانک نظارہ پیدا
کر دیتے تھے۔ غرضیکہ ہفتہ عشرہ میں قریباً دو صد سے زیادہ مکانات
دریا بادشاہ نے نذر لے لئے ناظرین اس موقعہ پر نہایت سخت سے سخت
پتھر دل آدمی بھی آنسو بہائے بغیر اور حسرت سے اس دردناک
تباہی کو دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جبکہ وہ اُن غریب اور بیوہ
عورتوں کی حالت پر نگاہ ڈالتا تھا جنکا کوئی وارث نہ تھا۔ اور صرف
مکان ہی تمام ہی دُنیاوی جائداد تھی۔ دریا کے کنارے کھڑے
ہوئے اپنے مکانوں کو اس میں بھینٹ ہوتے ہوئے
دیکھتی تھیں اور آہ وزاری سے دردناک نالہ و فغاں کرتی سُنائی
دیتی تھیں۔ اسی پر اکتفا نہ کرتی تھیں بلکہ بے سروسامان اور
بے خانماں ہونے کے علاوہ انکو باقیماندہ عمر زندگی گذارنے
کے واسطے کوئی رہائش گاہ نہ ملتی تھی۔ کئی بیچارے مرد و زن
جنکے پاس مال و زر کا نام نہ تھا اپنے مکانات کا نصف ملبہ بطور مزدوری
دیکر اس کو گرانے کے واسطے مجبور ہو گئے۔ تاکہ کچھ کڑی وغیرہ
بچ رہے مگر طرفہ یہہ کہ ایسے بدبختوں کو ملبہ لکڑی رکھنے کیواسطے
جگہ کا ملنا تو درکنار رہائشی مکان تک ملنا دُشوار ہوگیا ہاں ملے
کہاں سے ایک معمولی آبادی کا شہر اور پھر اس میں قریباً نصف
مکانات کا گرجانا گو جن کے مکانات ابھی اس صدمہ سے محفوظ تھے

اُنہوں نے بڑی فراخ حوصلگی سے کئی مصیبت زدوں کو خود تکلیف اختیار
کر اپنے مکان کا حصّہ دیا۔ مگر اسقدر جس قدر گنجائش تھی۔ آخر
کُل جگہیں رُک گئیں۔ اور بعضوں کو میدان میں عارضی ڈیرے جمانے
پڑے۔ چنانچہ ایک امدادی پرائیوٹ مڈل سکول کے طلبا
کو معہ ماسٹران کے بوجہ خالی کر دینے موجودہ مکان مالکان مکان
کو میدان میں ڈیرہ لگانا پڑا اور مہتمان سکول حیران تھے کہ کیا انتظام
کیا جاوے۔ بیوہ و غریب مستورات جسوقت اپنے مکان کو
دریا برد ہوتے دیکھتی تھیں اور اپنی قدیم محلہ داریوں کی جدائی
جُدائی دیکھ کر آپس میں ایسی ماتمی دلسوز فغاں کرتی تھیں کہ شہر ایک
ماتم کدہ نظر آتا تھا۔ بعضے مکانات ایسے عالیشان اور تازہ تعمیر شدہ
تھے کہ ابھی تک سپیدے ہوئے تھے اور گردان کے واسطے پانی کی
فتح پر رشک کرتی تھی۔ ہائے ایسے مکانات کے وارثوں کو اپنے
ہاتھ سے اُنکا گرانا کیسے دوبھر معلوم ہوتا تھا۔ کچھ تو بلحاظ روزگار و
بیوپار یہہ شہر قسمت کا مارا آگے ہی پست درجہ پر پہنچ چکا تھا مگر بلکل
ناہنجار نے اسپر بھی صبر نکیا رہتے سہتوں کو بے خانماں و لامکان
کر دیا۔ حکام وقت جن کی رعایا پروری اور عدل گستری مشہور
عالم ہے ایکطرف سے ابتک ایسی سرد مہری رہی کہ باوجود تحریروں
مست دھرم پرچارک وغیرہ وغیرہ اخبارات میں کالم سیاہ

کئے جانے کے اور میموریل بھیجے جانے کے کچھہ پرواہ نہ کی گئی - ہاں اگر دوسرے پہلو پر سوچا جاوے تو واقعی ساکنان احمد آباد کی اپنی غلطی اور قصور کی سزا گورنمنٹ کی موجودہ خاموشی ہے - کیونکہ ۶ سال گذرے ہیں کہ گورنمنٹ نے شہر داروں کی درخواست پر انکو پوری امداد دینی منظور کر لی تھی بشرطیکہ شہر دار خود کچھہ چندہ کریں مگر ہائے بے علمی تو نے کئی گھری صرف برباد نہیں کئے بلکہ شہر کے شہر تیری بدولت ویران ہو گئے شہر کے چند بے علم دشمنوں نے ایسے موقعہ پر چندہ دینے اور امداد لینے سے قطعی انکار کر دیا جبپر گورنمنٹ نے تعلق چھوڑ دیا - ہائے وہ شہر کے دشمن کیا بلکہ اپنی جان و مال کے دشمن اب کہاں ہیں - کیا اُن کے آنسو ایسے دردناک موقعہ پر نہیں نکلتے ہونگے جب کہ بیوہ اور مظلوم عورتوں کے دل کا دھواں اُن کے دماغ میں چڑہکر اور آہوں سے سرد ہو کر اور منجمد قطرہ بنکر اُن کی آنکھوں سے نکلنے کو تیار ہو گیا ہے - مگر نہیں ان بیچاروں کا کیا قصور - پرماتما کیطرف سے جس شہر پر مصیبت نازل ہوتی ہے اُس کے فرو کرنے کے واسطے سوائے پرماتما کے اور کوئی نہیں کر سکتا ہے - تقدیر کے آگے تدبیریں لاحاصل نظر آتی ہیں - اب دریائے اُلٹا رخ پلٹا ہے - اور خدا

1487

نخواستہ اگر چندے یہی حالت رہی تو شہر کی شمالی زمینوں کو
تہ و بالا کرتا ہوا سارے شہر کو گرائے گا۔

امید کیجاتی ہے کہ گورنمنٹ عالیہ جس کی رعایا پروری
اور دادگستری اور غربا پروری مشہور عالم ہے ضرور توجہ
فرما کر اپنی بے بس رعیت کے واسطے دلی ہمدردی سے
کام لیگی اور شہر کو بچانے کی کوشش کریگی۔

ناظرین دریا نے صرف مکان کے گرانے پر ہی اکتفا نہیں
کیا بلکہ ذیل کا دردناک واقعہ اس کی ظلم۔ سرد مہری اور
بے دردی کا پورا ثبوت ہے۔

فصل دوم

تدبیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی
بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

ستمبر سنہ ۱۹ء کے ٹہیک پانچ بجے تھے صبح کا وقت تہا ایک لڑکی جس کی عُمر تقریبًا بارہ یا تیرہ برس کی ہوگی پرماتما نے حسن کمال کے ساتہہ اُسے لیاقت اور سلیقہ عطا کیا تہا ویسے ہی دہرم دنیا کی اُس خوبی سے جو مستورات کے لیئے ضروری ہے محروم نہیں رکھا تہا آج اُسے اپنے پتی کے ہمراہ والدین کا گہر چہوڑ کر شادی کے بعد پہلی ہی دفعہ سسرال میں جانا تہا گو والدین کے گہر کی جُدائی کے باعث اور والدین کی علیحدگی کیخاطر ہویدا ٹہیں کی طرح ہماری دیوی کی ظاہرا صورت اُداس نظر آتی ہتی مگر چونکہ اُس نے ایک طرح کی نئی زندگی میں پتی دہرم پالن سے اور گرہست آشرم نبہانے کی اُمیدیں داخل ہونا تہا اِسواسطے اُسکی دلی مسرت کو وہی جانتی ہوگی چنانچہ صبح ہی لباس وغیرہ تبدیل کرکے اور اپنی سہیلیوں سے مِل مِلا کر چلنے کی تیاری کردی

ناظرین اِس دیوی کے حسب نسب کی بابت صرف اتنا ہی لکھنا کافی ہوگا کہ یہ ہمارے ایک شریف ہموطن بہائی کی دختر ہے - لیاقت اور سلیقہ خانہ داری میں پوری لائق - علاوہ سادہ مزاج اور سادہ دل ہونے کے نیک خیالات والی اور پاک سرشت لڑکی ہے آج یہ دیوی اپنے سوامی مسٹر انوپ کے ہمراہ جوکہ واقعی اسم بامسمیٰ ہے اپنی سسرال میں جانے کیواسطے گہر سے روانہ ہوئی ہے - ہمارے نوجوان انوپ کے بارے میں صرف اسقدر لکھنا کافی ہوگا کہ یہ نوجوان قریباً ۱۸ برس کی عمر کا بانکا جوان شہر بہیرہ کا سکونتی ہمارے مہربان لالہ ہنسراج ڈپٹی انسپکٹر پولیس کا فرزند اکبر ہے - علمی لیاقت - ملنساری - محبت اور حلیمی میں یہ نوجوان یکتا زمانہ تہا آج کل لاہور کالج میں ایف - اے - کلاس میں تعلیم پاتا تہا رخصتوں پر گہر آیا ہوا تہا جہاں سے اپنی دہرم پتنی کو لینے اور علاوہ اس کے ایک قریبی رشتہ دار کے شادی میں شامل ہونیکے واسطے یہاں آیا تہا - غرضیکہ جسوقت یہ جوڑا مع اپنے والدین کے گہر سے روانہ ہوا تو راستہ میں جو کوئی ہمارے نوجوان مسٹر انوپ سے ملا اپنے خوش اخلاقی اور خوش وضعی سے کشادہ پیشانی پورے جنٹلمینوں کی طرح اُس سے الوداعی الفاظ

سے غرضیکہ ہر ایک مرد و زن ساکنان احمد آباد اِس نوجوان
کی خوش اخلاقی اور حلیمی کے مداح تھے کیونکہ اُسنے تھوڑے سے
ایام قیام میں سب کے دل تسخیر کر لیے تھے۔ "مگر ہائے
فلک تیرا ستیاناس ہو۔ ایسا کون انسان دنیا میں گذرا ہے
جسکے اوصاف پر تجھے رشک نہ آیا ہو۔ ہائے تیری نگاہ اِس
کمبخت جوڑے پر بھی جا پڑی۔ اور تو حسرت کی نگاہ سے
آنکھ دیکھنے لگا" کشتی کا محصول ٹھیکیداراں گذر کو دیکر
ہمارا نوجوان الوپ معہ دیگر رشتہ داروں کے سوار ہو گیا
مگر سوار ہوتے ہی اِس کے خیالات نے پلٹا کھایا اور شرم
وحیا نے دامن پکڑا اپنے ماموں لالہ دیارام سے جو کہ پاس
ہی تھا آہستہ آہستہ یہ الفاظ کہہ کر کہ مجھے اپنے والد اسسر
اور ساس اور والدہ کے روبرو اپنی دھرم پتنی کے ہمراہ جانے
سے شرم آتا ہے بہتر ہوگا کہ میں الگ دوسری کشتی میں آج شام
کو یا کل صبح چلا جاؤنگا یہ الفاظ کہہ کر جھٹ کشتی سے کود اپنا
کرایہ یعنی محصول گذر واپس لے اپنے ماموں کے ہمراہ واپس
بازار جانے کو تیار ہو گیا ہر چند سب نے ضد کی اور سمجھایا مگر
تقدیر نے کسی کی پیش نہ چلنی دی پیارے ناظرین ہمارے
نوجوان غریب الوپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ فرشتۂ اجل میری زندگی

کے مکان کے نیچے سرنگ بنا چکا ہے اور اب اس میں باروت بچھا رہا ہے اور کوئی دم میں آگ لگا کر اُسکو اُڑا دینے کے درپے ہے گو وہ تحصیل وغیرہ دیکھ کشتی پر سوار ہو چکا تھا مگر تقدیر یا غیبی طاقت نے اس کے کانوں میں شرم و حیا کا لفظ پھونک کر اسکو کشتی سے اُترنے کے واسطے مجبور کر دیا۔

کسی نے سچ کہا ہے ؎

بیک لحظہ بہ یک ساعت بہ یکدم — دگرگوں میشود احوال عالم

فصل سوم

لے چلا گلچیں چمن سے گل اُڑا کر حیف صد
باغباں سے بے خبر دربان ہیں سوئے ہوے

الوپ ہائے الوپ! آج جہلم کا دریا اپنے پورے زور و شور سے بہ رہا ہے خاص کر اپنی درشتی و تیز رفتاری سے ساکنان احمد آباد کے دلوں کو دہلا رہا ہے گویا پورے جوش و خروش میں ہے اس کی نگاہ آج تیغ خونخواروں کی طرح

بیطرح شوخ سی نظر آرہی ہے - اِس وقت ایک نوجوان
اشنان سے فارغ ہوکر کسی پاس والے سے باتیں کر رہا ہے
کہ سامنے سے ایک اور آدمی نے جو حسب معمول پرماتما کی
عبادت کرنے کے واسطے کنارے دریا پر کھڑا ہے اچانک
دریا میں ہاتھ اُٹھتے دیکھ کر زور سے پکارا - پکڑیو - پکڑیو
کوئی ڈوبا جاتا ہے ناظرین ان الفاظ نے ہمارے نوجوان
کو جسکو ہم لالہ دیارام کہ سکتے ہیں لرزا دیا اور جونہیں اسنے
مُنہ موڑا اپنے عزیز الوپ کو نہ پایا یکدم غوغہ وشور مچایا کہ ہائے
میرا الوپ ڈوب گیا پکڑیو پکڑیو - یہ الفاظ سنتے ہی ایک
شریف آدمی نے چھلانگ ماری مگر وہاں دریا کا اس قدر
زور تھا کہ اُلٹی مُنہ کی کھائی اور غریق کا کوئی نشان تک ظاہر
نہوا ناظرین ہمارا نوجوان عزیز الوپ کشتی سے اُتر کر
شہر سے حجامت کرواکر اپنے ماموں لالہ دیارام کے
ہمراہ اشنان کے واسطے دریا پر آیا تھا اور دیارام نے
تو نہاکر اپنے ایک رشتہ دار سے باتیں شروع کر دیں مگر
نوجوان الوپ نے جونہیں دریا پر قدم رکھا اجل نے اُس
کو ایسا دھکا دیا کہ چشم زدن میں پانی اُسکو کھانے کہاں
لیگیا - صرف ایک دفعہ اس کے ہاتھ باہر نکلنے اور پھر پتہ

نشان بالکل ندارد - دریا پر فوراً ہی کہرام مچ گیا - آناً فاناً یہ خبر شہر میں پہنچی - مرد و زن خور ریزاں آہ و نالہ کناں کنارہ دریا پر آ نکلے لالہ دیارام اور دوسرے رشتہ داروں نے بہت تلاش کی مگر کچھہ پتہ نہ چلا سبکی آنکھوں کے آگے حسرت و اندوہ کی تصویریں پھرنے لگیں اور حیران پریشان شہر میں واپس آ گئے وہ ہنس چشم زدن میں غائب ہوگیا

مولف - ہائے انسان کیا کیا اُمیدیں باندھتا ہے - زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے بے پر کی اُڑاتا ہے خواہ مخواہ جامے سے باہر ہوا جاتا ہے لیکن جوں ہی دست اجل کے قابو چڑھا دم بھر کی بھی مہلت نہیں ملتی پھر وہ اُمیدیں امیدیں رہجاتی ہیں - ماں کو بچہ کے پیدا ہونے پر کتنی خوشی ہوتی ہے وہ محبت کی پتلی اپنے خیالات میں ہی اسے نوجوان بر سر روزگار شادی شدہ ہی نہیں بلکہ پوتوں نواسوں والا فرض کر لیتی ہے - لیکن آہ ظالم موت - بیچاری کے ہوائی محلوں کو کسطرح خاک میں ملا دیتی ہے کوئی ہی ایسا خوش نصیب ہوگا جس کی اُمیدیں اس کے خیالات کے موافق بر آئی ہونگی - ہائے! ہائے! غضب تو اسوقت ہوتا ہے جبکہ بیوقت موت میں عالم شباب میں کسی کے پیچھے پڑ جاتی ہے - ناظرین ذرا

دل تھامیئے - آنسوؤں کو روک لیجئے - میرا قلم رک رہا ہے
اور جوش گریہ ہے کہ خودبخود اُمڈا چلا آتا ہے جبکہ مجھے یہ خیال آتا
ہے کہ ڈوبتے وقت ہمارے عزیز انوپ کے سامنے عجیب شکلیں
آتی ہوں گی وہ دیکھتا ہوگا کہ دیوتے آتے ہیں اور اُس کے
زرد چہرہ کو دیکھکر دھاڑیں مارکر روتے ہیں وہ دیکھتا ہوگا کہ اُس
کے دوست جو مرچکے ہیں کفن پہنے ہوئے آتے ہیں اور اُس
کی صورت دیکھکر سر ہلاتے ہیں وہ دیکھتا ہوگا کہ اُس کی والدہ
اور باپ غمگین اور کبیدہ خاطر اُس کو دیکھتے ہیں مگر بے بس ہیں
وہ دیکھتا ہوگا کہ میری پیاری دھرم پتنی رنج و الم میں غرقاب میرے
سامنے بیہوش پڑی ہے مگر کچھ کر نہیں سکتی غرضیکہ ہمارے نوجوان
کی خیالی تصویریں اچانک موت کا نظارہ دیکھا کیا رنگ بدلتا ہوگا
کبھی پیاری پتنی کے ہمراہ اپنے وطن جانیکا خیال اور کبھی
تقدیر کا زبردستی کشتی سے اُتر آنا اور موت کا سامنا عجیب
عجیب اثر پیدا کرتے ہونگے - ہائے اسپر کوہِ الم کیوں نہ ٹوٹ
پڑتا ہوگا جبکہ اس کو کالج کے کلاس فیلوز کی یاد آتی ہوگی
اپنے پروفیسروں کی تقریریں اور اُس پر آئندہ زندگی کے
مدارج سوچنے اور مختلف سبجکٹس پر لیکچروں کے سننے کا اثر
اور اُس کے مقابلہ میں یہ موت کا فوٹو اسکو کیسے حیران کرتا ہوگا

غرضیکہ ان باتوں کو یا تو ہمارا معدوم شدہ عزیز جا ملنے یا مر جانا جانے ہمارا تو صرف خیال ہی خیال ہے جو کہ دنیا کی ناپائداری کا پورا ثبوت دیتا ہے

اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن
جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا

ہائے یہ کیا ہو گیا

ناظرین - الوپا کی والدہ اور دھرم ہتی وغیرہ کشتی سے اتر کر بہرہ سے کچھ دوری پر ایک جگہ ہے وہاں کسی رشتہ دار کے لڑکے کی رسم و تماشی کے جشن پر چلی گئیں اور ہنسی خوشی ۔ رنگ رنگیلیاں منانے میں مصروف ہو گئیں اور اسکا سسر شہر بہرہ میں چلا گیا ۔ جب ان سب کو پیارے الوپا کے ڈوب جانے کی اور پتہ نہ ملنے کی خبر پہنچی تو سب کو جسقدر رنج والم ہوا وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے ۔ والدہ نے تو یہ وحشت اثر خبر سنتے

ہی نعرہ مارا - آنکھوں میں خون اتر آیا اور حیران و پریشان عالم
سکتہ میں بیہوش ہو کر گر پڑی - ساتھ ہی ہماری دیوی کے ہوش
کے طوطے اڑ گئے - خون جگر کھانے لگی وہم بجز ہو کر ششدر
ہو گئی - اگر کہتی تو کیا کہتی اس کی بہار جوانی پر خزان غم نے فوراً
سایہ ڈالدیا وہ پھولوں کی مالا جو صرف آج پتی کی خاطر زیب گلو
کی گئی تھی توڑ تاڑ کر خاک میں ملادی - ریشمی - زر بفتی پوشاک کو چیر
پھاڑ کر خاک کر دیا دنیا نگاہ میں تیرہ و تار نظر آنے لگی دل میں کہتی تھی
کہ اے مالک ہائے یہ کیا ہو گیا - کیا یہ خواب ہے یا سچا واقعہ
ناظرین غور کا مقام ہے کہ ان سبکے دلوں پر پیارے انوپ
کے ڈوب جانے کی لفظ نے کتنا ستم ڈھایا ہوگا بار بار اس کے
سسر اور لالہ بودھا مل کے منہ سے یہ آواز نکلتی تھی کہ اے ناپاک
کینہ ور تجھے میرے سخت جگر پر رحم نہ آیا - آجتک تیرا سینہ مظلوموں
کی آہوں سے محفوظ رہا مگر یاد رکھنا کہ ہم ستم رسیدوں کی شعلہ خیز
آہوں سے تجھے اپنی جان بچانی مشکل ہو جاویگی - ایک آہ سے
تیرا وجود نابود نہوا تو ہمارا ذمہ اے جا سفاک خدا تجھے
غارت کرے - اے کمبخت نصیب تیرا برا ہو - غرضیکہ آہ و
فغاں کرتے ہوئے سب احمد آباد پہنچے - مگر لاش کا پتہ نہ لگنے
کیوجہ سے حیران و سرگرداں رہے پولیس میں حسب دستور -

رپورٹ پہنچائی گئی -

فصل پنجم

لاش کی تلاش

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

چھ ستمبر کو ابھی مشرق کا شاہ سوار شعاعوں کا نیزا ہاتھ میں لیکر
عرصہ سپہر پر نمودار نہیں ہوا تھا کہ ہمارے بھائی لالہ دیارام
معہ کنسٹبل پولیس و ملاح کے کشتی لیکر نوجوان کی لاش کی تلاش
کیواسطے شہر سے روانہ ہوئے کشتی کنارے کنارے چلی جاتی
تھی اور لالہ دیارام کی نگاہ پانی کی ہر لہر کے ساتھ تقاضیہ
کرتی تھی - دل حسرت سے پُر تھا ہر لحظہ زمانہ کی کجرفتاری کی شکایت
کرتا جاتا تھا - ہائے وہ بانکا نوجوان جس کی شکل مہرو ماہ کے
مشابہ تھی اور ہر کسی کو پیاری لگتی تھی لالہ دیارام کی آنکھوں
کے آگے بار بار آکر اُس کی حالت دگرگوں کر رہی تھی گو اُس
کی آنکھوں کے آگے گاہ گاہ آنسوؤں کے پانی سے تاریکی

آجاتی تھی مگر وہ اِس خیال سے کہ کہیں لاش آنکھوں سے اوجھل ہو جاوے آنسوؤں کو بار بار رومال سے پونچھتا تھا وہیں خیال آتا تھا کہ ہمارے نوجوان کی روح تو جسم سے پرواز کر گئی ہو گی مگر اے پرماتما ایک دفعہ اس کی شکل کا آخری جلوہ تو دکھا دے غرضیکہ کشتی چلتے چلتے ایک تپن پر جسکا نام گنڈر کو ہلیان والہ ہے اور احمد آباد سے قریباً چار کوس کے فاصلہ پر ہے۔ جا پہنچی۔ کچھ پتہ نہ لگا۔ ہمارے تلاش کنندوں کی پریشانی حد سے زیادہ بڑھ گئی کیونکہ دل میں خیال آتا تھا کہ شاید کسی آبی جانور نے ہمارے نوجوان کو اپنا لقمہ تر بنا لیا ہو گا۔ ہائے ہمارے ایسے مقسوم کہاں کہ اپنے بانکے چھیل چھبیلے عزیز کی شکل کو پھر دیکھ سکیں ٹھیکیدار گذر نے حالات سننے کے بعد تسلی دی اور کہا کہ جہانتک میرا خیال ہے لاش اس مقام سے نیچے نہیں گئی اوپر سے آٹھ پہر کے بعد مردہ تیرتا ہے بہتر ہو گا کہ تم آگے نہ جاؤ اور یہاں انتظار ہی کرو۔

اثنا گفتگو میں ٹھیکیدار گذر کی نگاہ ایک ایسی چیز پر جا پڑی جس کی شکل سیاہ اور گول سی تھی۔ پانی سے باہر نکلتی ہوئی تیرتی آتی تھی جس کو دیکھکر لالہ دیارام کو شک کے بجائے یقین ہو گیا کہ غالباً وہی لاش ہے۔ فوراً اُدھر رخ کیا اور اس کا شک واقعی

یقین سے بدل گیا۔ جب اُسنے اپنے سرو قد بختل نونہال کے
سر کو پانی سے ذرا نکالتے ہوئے دیکھا فوراً درد و الم سے بہرا ہُوا
جگر خراش نعرہ مارا اور گلے لپٹ گیا زار زار روتا تہا مگر اب کیا
ہو سکتا تہا وہ چاند سی صُورت بدستُور اصلی رنگت پر تہی صرف
کسی آبی جانور نے مُنہ پر تہوڑا سا زخم لگا دیا تہا۔ آخر تہر درد
برجان درویش لاش کو کشتی میں رکہکر واپس ہو پڑے ہمارا
بہائی لالہ دیارام کشتی میں بیٹہا ہُوا بار بار اُس کی شکل دیکہتا
تہا اور صانع کی صنعت اور زمانہ کی کجرفتاری اور فلک کی ستم
شعاری کو یاد کرتا تہا کبہی بیخودی کے عالم میں کہتا تہا کہ اے
میرے نوجوان عزیز کیا تو ابہی تک غسل نہیں کرچکا۔ میرے
انوپ دیکھ تیرا ماموں کب سے تیری انتظاری کیواسطے کنارہ
پر کہڑا ہے۔ ہائے تو مُنہ سے کیوں نہیں بولتا۔ مینے تمہارا کونسا
گُناہ کیا ہے۔ اے ستمگار کیا میرا انوپ واقعی مرگیا ہے اگر یہ
سچ ہے تو زندہ کے بجائے مُردہ کو میں کیسے کنارہ پر لے
جاؤنگا۔ اے پرماتما مجہپر رحم کر اور ایکدفعہ اُس کو زندگی بخشدے
ناظرین جب انسان کو دلی صدمہ پہنچکر اس کی حالت دگرگوں
ہو جاتی ہے تو عالم بیخودی میں ممکن و ناممکن سب کچھ اُس کے
مُنہ سے نکل جاتا ہے۔

فصل ششم

لاش مل گئی

غم و غصہ و رنج اندوہ و حرماں
ہمارے ہی ہیں مہرباں کیسے کیسے

دوپہر کا وقت ہے اور ماہ ستمبر کی گرمی آفتاب کی تپش غضب ڈھا رہی ہے دھوپ کی تیزی انتہا درجہ کو پہنچ گئی زمین تپ کر تانبا ہو گئی پھول ست پہرے کملا گئے - ان دریائی سفر کرنیوالوں کیحالت قابل رحم ہے جو باوجود اس قدر گرمی اور آفتاب کی سختی اور اسیر بخارات آبی حرارت کے مار و مار کرتے ہوئے کشتی کو شمال کے رخ بہا رہے ہیں اف یہ تو ہمارے بدنصیب بہائی لالہ دیارام ہیں ۔ یہ ظلم رسیدہ الوپ کی لاش کو کشتی میں رکھے ہوئے لئے جا رہے ہیں - ہائے کیا حاسد فلک کو اس پر رحم نہ آیا اس نے یہ کیا کر دیا - ناظرین - ٹھیک بارہ بجے کا وقت تہا کہ شہر میں غوغہ مچ گیا کہ الوپ کی لاش مل گئی ہے شہر کا مرد و زن کیا بلکہ بچہ بچہ اس جوان رعنا - سرو قد کی لاش کو دیکھنے کیخاطر دریا کے کنارے پر

دیکھنے کو روانہ ہوئے چونکہ کشتی خاص اپنی جگہ ٹھہرائی گئی
تھی جہاں سے ہمارا نوجوان شکار اجل ہوا تھا۔ جوق درجوق
خلقت آنی شروع ہو گئی۔ مصنف ناول بھی اس دردانگیز موقعہ پر
موجود تھا اور اس دردناک و عبرتناک نظارہ کو بچشم خود دیکھ رہا
تھا۔ ناظرین دید و شنید میں صد ہا کوس کا فرق ہوتا ہے اب
حسرتناک واندوہگین نظارے ساری عمر میں نہ دیکھا نہ
سنا تھا۔ ہمارا نوجوان عزیز کشتی میں بے پاؤں پسارے
خواب راحت میں مست سویا ہوا تھا۔ اس کی بلند ایسی گہری
اور میٹھی ہے کہ زلزلہ پر زلزلہ بھی اگر آجاوے تو وہ کروٹ نہ لیوے
اس کو خبر تک نہ تھی کہ میری اس نیند پر آج ساکنان احمد آباد
پر کیسی اہتری اور تباہی پھیل رہی ہے اور وہ کس قدر آہ و زاری
کر رہے ہیں۔ میرے بہانے کا سلسلہ قائم کر دیں چکا ہے
ان سب باتوں سے بے خبر ہمارا نوجوان مدہوشی میں مست
پڑا تھا۔ ہائے کیا دردناک نظارہ تھا۔ اس کے سرہانے
پر اس کا دال۔ دسسرا لالہ بوٹا رام ہائے بچیا ہائے بچیا کے
دردناک الفاظ بیخودی کے عالم میں کہتا ہوا حیران و سرگردان
آہ و نالہ کناں کھڑا تھا۔ بار بار اپنے نوجوان داماد کے چہرے
اور سرو قد کو دیکھتا اس کی لیاقتوں کا اور دنیا میں نامور بننے کے

خیالات کو اس کی اس حسرتناک حالت سے مقابلہ کرتا اور وہم بجو د ہو جاتا تہا۔ اور انقلاب زمانہ کی دل ہی دل میں شکایت کرتا تہا ہر مرد و زن کیا بلکہ بچہ بچہ کی خواہش تہی کہ اس بیچارے انوپ کے چہرہ کو جنے اپنی خوش اخلاقی اور حیا کی خوشبو سے ایک جادو بہری تاثیر کے ساتہہ سارے شہر کو معطر کر دیا تہا اور اپنا گرویدہ بنا لیا تہا۔

خواہ وہ اب مردہ حالت ہی

ناظرین جسونت نے خود عزیز کی لاش اور چہرہ پر جونہی نگاہ ڈالی یکدم آنسو جاری ہو گئے زمانہ کا اونچ نیچ۔ عیش و عشرت کی بے فکر زندگی کا اس حالت سے مقابلہ کرتا تہا اور دل میں خیالات آتے تہے کہ کہاں اس عزیز جوان سے ملنے اعلےٰ تعلیمیافتہ ہو کر اپنے خاندان کا فخر اپنے شہر کا نامور۔ قوم کا خیر خواہ۔ مذہبی و دہرم کی سوسائٹیوں کا و ہر ماتما لیڈر بنتا تہا اور کہاں ظالم موت نے عین عالم شباب میں اسکو اپنا لقمہ بنا لیا۔ کبہی عزیز انوپ کے سرو قد اور اس کی جوانی کا خیال کبہی اس کی خوبصورتی اور تعلیم کا دہیان دل پر صدمے پہنچاتا تہا۔ سچ ہے اس دنیا میں جہانتک غور سے نگاہ کریں سوائے رنج و الم کے کچھ دکہائی ہی نہیں دیتا۔ واقعی یہ دہوکہ کی ٹٹی ہے جس کی آڑ میں انسان شکار کہیلتا ہے۔ ہائے اس کی پیاری دہرم پتنی

کے دلمیں کیا کیا خیالات گذرتے ہونگے۔ اِس کی عُمر ہمارے
پُرانک خیالات کے لحاظ سے کیسے کٹے گی۔ وہ معصوم اِس
صدمے کو کیسے برداشت کرسکیگی۔ غرضیکہ میں اسی کشمکش و پیچ
میں تھا کہ چند مستورات اسی معصوم دیوی کو جسکو ہمارا عزیز آتو
دامی مفارقت دیکر آج بیوگی کا خطاب دے گیا تہا سنبھالے
ہوئے لاش کے پاس لائیں۔
ناظرین اِسوقت کا دردناک نظارہ لکھتے ہوئے میری قلم
رُک جاتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو بند نہیں ہوتے ہائے
اِس دردناک عبرتناک نظارہ کا فوٹو میں کیسے لکھوں۔
دیوی نے جو ہیں اپنے پریتم پیارے کے چہرہ پر نگاہ ڈالی
سکتہ کے عالم میں ہوگئی۔ خون خشک ہوگیا گویا صرف آنکھیں
پتی کے چہرہ پر تھیں۔ مگر بدن میں جان نہ تھی۔ ایسا عالم
بیخودی طاری ہوگیا اور خاموشی چھا گئی کہ اُسکو دین دُنیا
کی خبر تک نہ رہی بے ہوش ہوکر گرنے کو تھی کہ چند سہیلیوں نے
ہم لوگوں کی آواز پر اُس کو سنبھالا اور علیحدہ کر لے گئیں۔
شرم وحیا نے ہماری دیوی کی زبان پر ایسا قفل مقفل کردیا
کہ ایک لفظ تک سوائے ٹھنڈی ٹھنڈی آہوں کے اِسکی
زبان سے نہ نکلتا تھا۔ اے انڈیا۔ اے رشیوں کے دیش

ابھی تک تجھہ میں ایسی دیویاں موجود ہیں جنکا ہردہ سخت سے سخت زخموں سے گھائل ہو چکا ہے اور دُنیاوی رنجوں کے باعث اُس کا دل چھلنی ہوکر ملیئت دنابود ہو چکا ہے مگر شرم و حیا کا خیال کیا مجال کہ دل سے دُور ہو جاوے اے دیوناؤں کی پاک بھومی آہ تیرے پر کیسے گھور پاپ ہو رہے ہیں - تیرے لاڈلے - تیرے مخر کیسی کیسی مصیبتیں سہ رہے ہیں - مگر نہیں تو نے پھر بھی ایسی دیویاں پیدا کر دی ہوئی ہیں جو کہ دُنیا کے اور طبقوں سے انسانیت کے درجہ میں بدرجہا سبقت رکھتی ہیں - مگر اے بھارت ذرا آنکھہ کھول تیرے معصوم بچوں پر کیسا ظُلم ہو رہا ہے اور تو اُس کی خبر نہیں لیتا - اے فلک ستمگر اتنا ظلم تجھے شایاں نہ تھا ناظرین ہماری بیکس دیوی دل ہی دل میں ضرور کہتی ہوگی کہ اے فلک میں بالکل بے گناہ ہوں بے قصور معصوم ہوں اے بے مہر بداختر فلک تجھکو تیرے اِس ظُلم کا بدلہ ضرور ملیگا - میں درگاہ ایزدی میں مستغیث بنکر اور تجھکو ملزم بناکر عدالت کے روبرو کھڑا کرونگی اور فریاد کرونگی کہ اے پرماتما میرے عشرتکدہ کا چراغ تمنے ہمیشہ کے لئے گل کر دیا سخت بیقرار اور زندگی سے بیزار ہوں - ہائے مجھے اصلی آپ داتا

کے بجائے غم کی روٹی اور بیتابی کا پانی اب پینا پڑیگا۔
میری دنیاوی خوشی یکقلم کافور ہوگئی اب میرا جینا حرام ہے
بہتر ہوگا کہ تو میری ہی زندگی لے لے۔ بیشک اس قسم کے
دردناک خیالات سے ہماری دیوی کا ہر وہ پُر ہوگا۔ مگر
شرم و حیا کا پانی ایسے جگرسوز شعلوں کو دیوی کے مُنہ سے
باہر آنے سے روکتا تھا۔ اور معلوم نہیں کہ یہ شعلے اسکے
دلپر کیسا اثر پیدا کرتے ہونگے۔ اور پیدا کرینگے۔
لاش کو دیکھکر اور دنیا کی بے ثباتی کے خیال کو ہر ایک
فرد بشر اپنے دلمیں جگہ دیکر اور درد و الم سے متاثر ہوکر
اس حسرتناک سرگذشت پر غور کرنے کے لئے الگ الگ
جا بیٹھے۔ پولیس سارجنٹ نے بھی ہمارے عزیز نوجوان
کی ساری کیفیت لالہ لوٹامل سے قلمبند کرائی اور بروئے
قانون نمبرداروں سے لاش شناخت کراکر اُن کی مُہریں
ثبت کرائیں۔ کیونکہ اب شمشان بھومی میں لاش کو پہنچانے
اور جلانیکا وقت قریب تھا صرف اتنی انتظاری تھی کہ اسکی
والدہ اور دوسرے رشتہ دار جو کل شام کو بھیرہ چلے گئے تھے
آکر آخری مُنہ دیکھ لیویں۔ قریباً ۸ بجے ہونگے کہ لاش کے
ملنے کی خبر سُنکر شہر بھیرہ سے ہمارے عزیز لوپ کی والدہ

اور دُوسرے رشتہ دار۔ دوست آشنا۔ مرد و زن جنکی لاانتہا تعداد تھی ناؤ پر سامنے سے آتے ہُوئے اور آہ و فغاں کرتے ہوئے دکھائی دئے۔ اُدھر ناؤ کا سامنے آنا تھا کہ اِدھر لوگوں نے لاش کو تختہ' تابوت پر ڈالکر مرگھٹ میں لیجانے کا رُخ کیا۔

ناظرین جسوقت ہماری بہائی بوٹا مل اپنی معصوم دُختر بداختر کو تختہ تابوت کے نیچے نیچے اپنے ہاتھوں سے تہامے ہُوئے آہ و فغاں کرتا ہُوا شمشان بھُومی میں جاتا تھا اُسوقت سخت سے سخت پتھر دل آدمی بھی روئے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ ایسا موثر دردناک نظارہ تھا کہ جسنے خلقت کے دلوں کے اندر حرارت پیدا کر دی اور اِس حرارت نے لوگوں کے اندر رونے سے آہوں کا دُھواں نکالا۔ ہر خورد و کلاں ڈہاریں مار کر روتے تھے بعض ایسے بیخود ہوگئے کہ اِس نظارہ کو برداشت نہ کر سکے۔

آخرش لاش کو مرگھٹ میں اُتار کر رکھا گیا اور ہمارے الوپ کی والدہ جسوقت ناؤ سے اُتری سیدھی آہ و فغاں کرتی ہُوئی اپنے لختِ جگر کی لاش کو دیکھتے ہی چیخیں مار کر اُس سے لپٹ گئی۔ کبھی لختِ جگر کو چھاتی سے لگاتی کبھی اُس کے

مہر چشم پر بوسہ دیتی ہا ہے - اس کی نگاہیں کیسی حسرت سے
بھری ہوئی ہیں - ہائے یہہ کیسا دلسوز دقوعہ تھا خدا کرے
کہ کسی والدہ کو کبھی ایسے نوجواں کا صدمہ نہ پہنچے - ہر چند
مستورات اسکو اپنے دلبند کی لاش سے الگ کرتی تہیں -
مگر وہ ممتا کی ماری اسکو کب مانتی تھی - اسکا بھائی لالہ
دیارام جو ایک طرف دلپر ہاتھ رکھے ششدر کھڑا تھا ٹھنڈی
سانسیں بھرتا ہوا ہمشیرہ کے پاس گیا اور کہنے لگا اے
بہن یہ پرائی چیز تھی ہمارا اسپر عارضی تعلق تھا مالک لے
چھین لی اب آہ وزاری بیسود ہے - صبر کرو اور لاش کو چھوڑ
اصلی الوپ نہ معلوم اس جسم سے کسوقت فرار ہوگیا ہے
اب لاش کو جلانے دو - مگر والدہ اپنے لخت جگر کے چہرہ کو
بار بار دیکھتی اور کہتی تھی اے میرے جگر کے ٹکڑے تا دم حیات
یہ تیری بھولی بھالی صورت کی یاد میرے کلیجہ اور دلمیں آگ لگاتی
رہیگی اور میں کباب سیخ بن کر ہر وقت پہلو بدلتی رہونگی میں
اپنی بدقسمتی کے باعث تباہی اور مصیبت کے گرداب میں
غوطے کہاتی رہونگی غرضیکہ اس کی دردناک فغاں بار بار
ہم لوگونکو رولاتی تھی جبکہ وہ دلسوز آوازیں یہ کہتی تھی کہ اے
میرے لخت جگر اگر تو نے عدم کا راستہ اختیار ہی کرنا تہا تو

میرے ساتھ کا تو انتظار کر لیتا۔ ہائے میرے بانکے سُنہرے
پروں والے پرندے کیا تیری چُہک آج اِس دُنیا کے باغ
میں ختم ہو چکی۔ کیا تو آئندہ اِس ڈار میں نظر نہ آویگا۔
ہائے ستم میرا ہنس آج غیر ملک کا مُسافر بن گیا۔ اے میرے
نوجوان بابو تیرے کالج کے گریجوایٹ و انڈر گریجوایٹ دوست تیرے
کالج میں تیری غیر حاضری پر پروفیسر کو کس دردناک طور پر تیری
موت کی خبر دینگے۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اِس خونی دریا کو تیرا
ہی خون پینا ہے تو میں تجھے اِسطرف رُخ ہی کیوں کرنے دیتی
اے پرماتما کن کن بداعمالیوں کے ماتحت تو نے مجھے یہ صدمہ
دیا۔ ناظرین اِس کو الوپ سے اِس قدر محبت تھی کہ بہت کم
ماؤں کو اِس قدر اُلفت اپنے بچوں سے ہوتی ہے غرض جار ناچار
لاش کو چتا پر جو کہ کمی وقت کے لحاظ سے پہلے ہی بنائی گئی تھی
رکھا گیا۔ چتا کو آگ لگاتے وقت جس دردناک فغاں سے
ظُلم کی کُشتہ مائی چلاتی تھی اِس کے واسطے الفاظ نہیں مِلسکتے
وہ چیخ چیخ کر کہتی ہے کہ ہے بھائیو مجھ فلک کی ستائی
ہُوئی پر اتنا ظلم نکرو۔ میری آنکھوں کی پُتلی کو اسیطرح میرے
پاس رہنے دو۔ اِس الوپ کو جسکو میں نے دُنیا کی نعمت ہائے
گوناگوں سے پالا ہے جسکو میں ریشمی اور زربفتی چیدہ لباس

پہنا پہنا کر خوش ہوتی تھی عین عالم شباب یعنی بھری جوانی
میں میرے سامنے آگ لگاتے ہو کیا تمکو رحم نہیں آتا
میری آنکھوں پر پٹی باندھ دو تاکہ یہ حادثہ دیکھ نہ سکوں
مگر یہ درد و فغاں آہ و زاریاں اسوقت کیا کر سکتی تھیں...

شمسان بھومی ایک ڈراؤنا صحرا معلوم ہوتا تھا سبکی
نگاہیں چتا کی طرف تھیں۔ اتنے میں دردناک آواز سنائی
دی کہ اے ایشور چونکہ میرے ناز و پیار ہنسی و خوشی وغیرہ
ہر چیز کا آج خاتمہ ہو چکا ہے اس لیئے بہتر ہوگا کہ یہی آگ جس
سے میرا پران پتی جل رہا ہے میری جان جلانیکا کام دیوے
اے میرے سوامی تیری دائمی تمنا دنت میں مجھے طرح طرح
کی صعوبتیں سہنی پڑینگی۔ نفرت او حقارت کے زخم کہانے
پڑینگے۔ ہائے ان سب صدموں کو یہ ننھی سی جان کیسے برداشت
کر سکیگی۔ کاش کہ تو مجھکو اپنے ساتھ لے جا

ناظرین شمسان بھومی میں سبکو یہ آواز سنائی دی مگر کسی
کے منہ سے نکلتی ہوئی معلوم نہوئی البتہ اسوقت ایک قسم کا
دھواں بادل کی شکل میں نمودار تھا جو ہماری بیکس معصوم
دیوی کے دل کی آخری آہ تھی اور جس سے یہ درد و فغاں
لوگوں کے کانوں میں خود بخود سنائی دی۔

ہائے جسونت بارہ سالہ معصوم دیوی پر پورا اُس لحاظ
سے اِس کی ہمیشہ کی بیوگی کا خیال تعلیمیافتہ نوجوانوں پر
عکس ڈالتا تھا - وہ دل ہی دل میں کُڑھتے تھے اور پیچ و تاب
کھاتی تھی - مگر بزرگوں کا لحاظ اور رفتار زمانہ مانع تھی کوئی
کُچھ بول نہیں سکتا تھا - آخرش عناصروں سے اپنا اپنا
حصہ لیکر جسم کی ہستی کا خاتمہ کر دیا اور تمام عزیز
و اقربا جو انکے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہاتے تھے اور
اُس کی ذرا سی تکلیف سے بے چین ہو جاتے تھے اب اپنے
ہاتھوں سے اسکو خاک سیاہ کرکے گھر و نکو سدھارے -
افسوس جسکو شام کے وقت گھر کے دروازہ کے اندر
خوف آتا تھا آج تن تنہا شمشان بھومی میں ڈیرہ ڈالے
پڑا ہے - پیارو یہ وہی جگہ ہے جہاں بڑے بڑے دیوتا گو
بڑے بڑے راجونکو دُنیا کی مصیبتوں سے چھٹکارا پاکر آرام
ملتا ہے سیکڑوں کیا بلکہ لاکھوں اور کروڑوں خُدا کے
بندے دُنیا کو ہمیشہ کے لیے سلام کرکے سو رہے
ہیں - زلزلہ پر زلزلہ آتا ہے مگر کروٹ نہیں بدلتے وہی
سورج ہے وہی چاند وہی دِن وہی رات مگر لُطف یہ کہ
آنکھ نہیں کھُلتی - بجلی کی چمک - رعد کی کڑک ان کے

آرام میں خلل نہیں ڈال سکتی۔ اسے عزیز انوپ اب مجھ کو بھی
مجبوراً ان کے سہارے چھوڑ دینے لئے ہیں تو دنیا میں یوں ہی آیا
اور چلدیا۔ جوانی کی تمام امنگیں تیرے دل میں رہیں تجھکو زندگی
کا لطف نصیب نہوا۔ اے پوتر ہردے والے عزیز انوپ پرماتما
تیرے آتما کو شانتی دیوے اور تیرے پس ماندگان کو صبر عطا
کرے۔

گیان بِکھشا

مولف۔ ناظرین جہانتک میرا قیاس اور خیال ہے مندرجہ
بالا حقیقی جانگداز اور دلسوز سرگذشت کو پڑھکر نہ صرف ایسے انسان
ہی جن میں ہمدردی رحم اور انسانیت کی بُو ہے کفِ افسوس ملینگے
بلکہ سخت سے سخت سنگدل بھی ایکدفعہ کلیجہ پکڑ کر رہجاوینگے اور
بے رحم منشوں کا دل پانی کی صورت پکڑ کر آنکھوں کے راستہ بہ
جاویگا۔ میں تمام بہائیوں کے شدھار کیواسطے عموماً اور مرحوم
انوپ کے نزدیکی رشتہ داروں کے واسطے یعنی اپنے مہربان
لاله ہنسراج صاحب جنکو سب سے زیادہ صدمہ پہنچا ہوگا اور لالہ

بوٹا مل صاحب و لالہ دیا رام صاحب سے دلی ہمدردی اور افسوس
ظاہر کرنے کے بعد چند سطور تحریر کرتا ہوں جو کہ اُن
کے ہردوں میں شانتی پیدا کرینگی۔ بشرطیکہ انکو وچار سے مطالعہ
کیا جاوے۔

مترو! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم سبکو موت کیوں بھیانک نظر
آتی ہے اس کا جواب گو مختصر سا ہے مگر جن سجنوں نے اس
مضمون پر کبھی وچار تک نہیں کیا انکو ذرا مشکل معلوم ہوگا
اسکا جواب صرف یہ ہے کہ "ہم موت کو یاد نہیں کرتے ہیں"
حالانکہ وہ ہمارے اپنے سروں پر اور ہمارے بال بچوں عزیز
واقربا کے سروں پر کھڑی ہو کر ہر گھڑی کیا بلکہ ہر منٹ
اور سکنڈ ڈنکے کی چوٹ پکار رہی ہے کہ اے سرائے دنیا کے
مسافرو! آخرت کے واسطے ہر دم تیار رہو۔ مگر باوجود اسکے
دنیا کی بے ثباتی اور چند روزہ قیام کا خیال تک ہمارے دلوں
میں نہیں آتا ہے ہم اصلیت کو بھول کر اس فانی چیز کو ایک
دائمی چیز تصور کرکے عیش و عشرت میں مست ہوتے ہوئے طرح طرح
کی ہٹ دھرمیاں کرتے ہیں اور سنسار کو نرک دھام بنا کر اپنا
پرلوک بگاڑ رہے ہیں۔ کیا ہمارے مرحوم [illegible] کی خوبصورتی۔
نوجوانی۔ علمی لیاقت۔ خوش اخلاقی۔ اور ان سب اوصاف

کے مقابلہ میں اچانک موت کا صدمہ ہمکو یہہ سبق نہیں
دیتا ہے کہ ہم موت کو ہر لحظہ یاد رکھیں جو ہماری موجودہ دنیا کی
خوشحالی اور پرلوک کے سدھار کا باعث ہوگی مجھے اس
موقعہ پر ایک مہاتما کا وہ اتہاس یاد آیا ہے جس سے
موت سے چند روز بعد میں اس کا اثر ظاہر ہونا ثبوت ہوتا ہے
اگلے زمانہ میں ایک راجہ تھا جس کو فقیروں سادھوؤں
کی صحبت اور ست سنگ کا دلی شوق تھا۔ اور یہ بات مسلم الثبوت
ہے کہ "جوئندہ یابندہ" ایک روز وہ ایک ایسے مہاتما سادھو
کے پاس جا نکلا کہ جو سوائے عبادت الٰہی کے کسی بات سے
سروکار نہیں رکھتا تھا۔ راجہ لگاتار اس کی سب حرکات
و سکنات کو دیکھتا اور متعجب ہوتا رہا۔ مگر باوجود کئی روز کے
مشاہدہ کے راجہ نے معلوم کیا کہ وہ سادھو بھوجن نہیں
کرتے تھے۔ ایک روز راجہ نے دست بستہ عرض کی
کہ ہے مہاراج میں سخت متحیر ہوں کہ آپ بھوجن بالکل نہیں
کرتے اور پھر آپ کی زندگی قائم ہے اسکا کیا کارن ہے۔
سادھو نے فرمایا کہ ہے راجن بغیر بھوجن کسی کا بھی اس
دنیا میں جینا محال بلکہ ناممکن امر ہے۔ ہاں البتہ دنیاوی
پدارتھوں کے بہانے میں تھوڑی سے گنجائش بچی کہا کر اس

شریر کی پالنا کر سکتا ہوں۔ چنانچہ راجہ کی درخواست پر وہ جنگلی بوٹی جسپر مہاتما کا گذارہ تھا تھوڑی سی راجہ کو کھلائی گئی۔ چونکہ وہ بوٹی ایک بڑھی طاقت ور اور قوت والی چیز تھی اس لئے راجہ کے اندر بڑا جوش پیدا کر دیا۔ قاعدہ ہے کہ فقرا اسی جوش و قوت کو پرماتما کی عبادت میں خرچ کرتے ہیں مگر وہ گرہستی راجہ اس کے اثر سے زیادہ بھوگ بلاس یعنی مند کرم کرنے لگا اور ساتھ ہی اس نے بوٹی کی ایسی طاقت دیکھکر اپنی ایک لونڈی کو اس فقیر کے پاس بھیجدیا۔ اس خیال سے کہ جب کام دیو جیکو اس قدر ستاتا ہے مہاتما کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ چنانچہ وہ خوبرو لونڈی مہاتما کے سامنے ساری رات بیٹھی رہی مگر اس یوگی پرش نے اس کی طرف نگاہ تک نہ کی۔ آخرش صبحکو وہاں سے اٹھکر اس نے ساری کیفیت راجہ کو سنائی۔ راجہ بڑا متعجب ہوا اور جاکر مہاتما سے اسکا سبب پوچھا جواب ملا کہ اس کا جواب تو پھر دیا جاویگا مگر مجھے یوگ ودیا سے آج معلوم ہوا ہے کہ ہے ارجن آج سے آٹھ روز بعد تم اس جہان سے کوچ کر جاؤ گے۔ یہ خبر سنکر راجہ کے پران اسی وقت خطا ہو گئے۔ وہاں سے گھر آکر ذکر کیا۔ رانیوں کو بھی شوک پیدا ہوا۔

بجائے اِس کے کہ راجہ عیش و عشرت وغیرہ میں مصروف ہو جاتا وہ تو عبادت میں لگ گیا اسکو روٹی تک گرہن کرنی بھول گئی ہاں البتہ اگر کوئی خیال اسکو آتا تھا تو وہی آٹھ روزہ موت کا وہ بدستور مہاتما کے پاس جاتا اور مہاتما اُسکو وہی جنگلی بوٹی دن بدن زیادہ زیادہ مقدار میں کھانے کو دیتے غرضیکہ آٹھ روز گذر گئے اور راجہ بدستور زندہ رہا۔ نویں روز وہ مہاتما سے کہنے لگا کہ اے مہاپُرش مجھ کو آپ کے عقیدہ کے مُطابق موت تو نہیں آئی ہے۔ اسپر وہ مہاتما ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہے راجن پہلے تو مجھے یہ بتا کہ ان آٹھ روز میں کام دیو نے تجھ کو کسقدر تنگ کیا ہے اور علاوہ اِس کے تو نے کتنی عیش و عشرت بھوگی ہے راجہ بولا کہ ہے مہاراج مجھ کو رتی تک اُنکی کار کرنے کا خیال نہیں رہا۔ عیش و عشرت اور بھوگ بلاس کس بلا کا نام ہے۔ موت کے ڈر نے مجھے سب کچھ بھلا دیا بلکہ اِس بوٹی کا بھی اثر تک نہیں ہوا ہے۔ سادھو نے کہا کہ جب آٹھ روز موت کی یاد نے تم پر یہ اثر پیدا کر دیا تو ہے راجن مجھکو ہر گھڑی کیا ہر لحظہ بلکہ ہر ایک سانس نکلنے پر بھی موت یاد ہے اور اِس کے خوف سے ہم بداعمالیوں سے ڈرتے ہیں اِس لیئے اِس کے خوف سے جنگلی بوٹیاں وغیرہ ہم پر کیا اثر کر سکتی ہیں۔ راجہ کو اِس سے گیان ہو گیا۔

سواسے پیارو۔ موت کا یاد رکھنا ہمکو ضرور مندر کرموں سے

بچاویگا جب ہم بداعمالی سے بچینگے تو ہمیں ایسے بہیانک اور درد ناک صدمہ نہ برداشت کرنے پڑینگے۔

میرے پیارے بزرگو اور بہائیو ہر عزیز اور آپ کے والدین نے جو یہ صدمہ دیکھا اسکا گیانی دنیا سے جو تعلق ہے اس کی تشریح کے واسطے ذیل کا اتہیاس خالی از اثر نہوگا۔ راجہ دہرتراشٹر نے جسوقت یہ سناکہ میرے ایک سو ایک لڑکے لڑائی میں مارے گئے ہیں اور شاہی خاندان کوروان کا بالکل خاتمہ ہوگیا تو حیران ہوکر سری کرشن جی مہاراج سے پوچھنے لگا کہ ہے مہاراج ایسا کونسا کارن ہے جس کی وجہ سے ایک تو میں جنم کا اندہا ہوں اور پھر یہ جانگداز صدمہ جس کی نظیر دنیا میں نہوگی مجھکو پونہچا ہے میرا یہ سنشا نوارن کرو۔ اسپر سری کرشن مہاراج نے فرمایا کہ ہے ارجن تو کئی جنموں سے جونکہ یوگی ہے اور یوگ ودیا جانتا ہے اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ اس یوگ ودیا کے ذریعے گیان کے نیتروں سے اپنے پچھلے جنموں میں جو جو کرم تو نے کئے ہیں ان کی پڑتال کر تیرا یہ سنشا خود بخود نورت ہو جاویگا چنانچہ راجہ دہرتراشٹر نے اپنے سو جنم کے کرموں کو دیہ نیتر سے دیکھا مگر کوئی ایسا سند کرم نظر نہ آیا جسکا یہ پہل ہو پہر مہاراج کرشن دیو سے پوچہا کہ میں نے سو جنموں کے کرموں کی پڑتال کی ہے مجھکو کچھہ پتہ نہیں لگا۔ مہاراج بولے کہ سے دہرتراشٹر جنم جنمانتروں کے کرموں کا پہل انسان کو ملتا ہے تو اس سے زیادہ پہلے جنموں کی پڑتال کر یہ سنکر یہ جم

نے جب اس سے پہلے جنموں کے کرموں کی پڑتال کی تو کیا دیکھتا ہے
کہ میں ایک جنم میں راجہ تھا۔ میرے راج میں سب چیزیں موجود تھیں مگر ہنس
ہنسنی کا جوڑا میری بادشاہی میں نہ تھا چنانچہ میں نے یہ جوڑا وزیر کو اپنے
بادشاہی میں موجود کرنیکا حکم دیا وہ بہت فکرمند ہوا مگر اس کی استری بڑی دانا
تھی اس نے وزیر کو سکشا دی کہ تو بادشاہ سے عرض کر کہ شاہی باغ میں
ایک حوض سنگ مرمر کا تیار کروا کر موتیوں کا تھال اس کے بیچ میں رکھوا دیو
ہنس ہنسنی پرندے اڑتے پھرتے یہاں آسکیں گے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اچانک
ایک جوڑا ان پرندوں کا وہاں آنکلا اور انہوں نے میری آگیا سے اپنی چوگ
چگ لی میں نے اس جوڑے کو وہاں ہی رہنے اور آئندہ خوراک کیواسطے
موتی پہنچانیکا اقرار کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہنسنی نے انڈے دئے اور اسمیں
سے اکسو ایک بچہ پیدا ہوا۔ جب وہ کچھ بڑے ہوئے تو ہنس ہنسنی نے دربار
میں آکر عرض کی ہے راجن ہم دونوں اب اپنے وطن کو جاتے ہیں ہمارے
بچوں کی تمکو حفاظت کرنی ہوگی۔ چنانچہ میں نے انکو آگیا دیدی اور باغبان کو
بلا کر وہ ایک سو ایک بچہ اس کی سپرد کر دیا۔
میں بدقسمتی کا مارا چونکہ گوشتخور تھا میرا بھاندی حسب معمول ایکروز شکار کو
گیا اور جب اسکو کوئی شکار نہ ملا تو اسی ہنسنی کے ایک بچہ کو جو اتفاقاً شاہی
باغ کی فصیل سے اڑ کر وہاں پھر رہا تھا پکڑ لیا اور خوب مصالحہ لگا کر اس
کو کباب بنا کر اس نے مجھے کھلایا اس کے ذریعہ سے میں اتی پرسن ہوا

اور پہاندی کو انعام وغیرہ دیکر تاکید کی کہ آیندہ ایسا ہی شکار ضرور لایا کرو وہ
پہاندی یہ حکم پاکر روزانہ شاہی باغ سے ایک بچہ ہنس کا روز پکڑ لاتا اور مہاراجہ اسکو
کباب کرکے کہاتا - اتفاقاً جس روز وہ ایک سو ایک بچہ سے ہنس کو دیکھا
تو ہنس اور ہنسنی کا جوڑا وطن سے واپس آکر اور وہ چمن میں ایک سو ایک بچوں کو
نہ پاکر دربار پر آحاضر ہوئے - اور مہاراجہ سے اپنی امانت مانگی - مہاراجہ نے باغبان
کو بلوایا اور سارا حال اس نے جب بیان کیا تو بیٹے پشچاتاپ کیا اور مورچہا گت
ہوکر گر پڑا - ہنسنی بڑا اور رلاپ کرنے لگی اور کہنے لگی کہ اے راجہ تو اندہا تہا
کہ میرے ایک سو ایک بچے جو کہ میں تمہارے پاس امانت چہوڑ گئی تہی تو نے
کہائے اور تجہکو ترس نہ آیا - ہنس بولا کہ اے ہنسنی تو ورلاپ مکر پرماتما نیاد
کاری ہے ضرور اسکو اس کا بدلہ ملیگا یہ کہکر وہ جوڑا وہاں سے اڑ گیا سو ہے
مہاراج اب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مند کرم کے بدلے آج مجھے یہ
دن دیکھنا نصیب ہوا - پیارو یہ اتہیاس ہمیں سکہلاتا ہے کہ گذشتہ برے
کرموں کا پہل ہم کو بہر صورت بہوگنا ہے - اسواسطے صبر سے ہمیں ایسے صدمے
برداشت کرنا چاہئیں - ہاں البتہ آئندہ کے واسطے موت کو یاد رکہکر
اور ویدوں شاستروں سے رشی مہاتما لے جو سادہن ہمیں بتلاتے ہیں
انپر عمل در آمد کرکے ہمیں اپنا جیون سپہل کرنا واجب ہے ہماری زندگی کی
تقسیم اوقات ایسی ہونی چاہیے کہ دم بہر بہی بیکار نہ رہکر ہمارے ہردے
میں گندے خیالات پناہ گزین ہوجاویں وید شاستر فرماتے ہیں ہر ایک

انسان کو واجب ہے کہ پراتہ کال ضروری حاجات سے فارغ ہو کر اشنان
کرے اور پھر ایک پرماتما جوتی سروپ کی سچے دل سے عبادت کرے بعد اس کے والدین
اور دیگر بزرگوں اور نو وارد مہمانوں کی پوری سیوا کرکے حسب توفیق حیوانوں اور
پرندوں کو کچھ خوراک دیوے اور پھر خود بھوجن گرہن کرے چونکہ معاش کا حاصل
کرنا بھی ایک ضروری فرض ہے اسواسطے کاروبار دنیاوی (خواہ ملازمت ہو یا دوکانداری)
کو پوری محنت اور دیانتداری سے دھرم انوسار سرانجام کرے مساکین و بیماروں
اور مصیبت زدوں کی تکالیف میں شریک ہوتا ہوا اور آپس سے ہمدردی کرتا ہوا شام
کی عبادت درگاہ ایزدی میں گذارے بعدازاں پھر بھوجن گرہن کرکے کچھ حصہ نیک
اور وفادار دوستوں کی صحبتوں میں بسر کرے۔ یعنی ست سنگ کرے۔ مگر روزانہ
زندگی کا یہ وقت نہایت خطرناک ہوگا۔ اسمیں پورا خیال رکھے کہ نہ کسی کی برائی
سنے اور نہ خود کرے۔ آخر شب ۸ گھنٹہ رات کو بستر خواب پر استراحت کرتا ہوا پھر بدستور
پراتہ کال جاگ کر حسب متذکرہ بالا دنیا کے کل کاروبار اپنے ضمیر کی ہدایت کے
مطابق راست و ناراست بچار کر اور پرماتما پر پورا وشواس رکھکر اپنی عارضی زندگی بیتیت
کرے۔ دنیاوی خوشیوں مثلاً دھن پتر وغیرہ پدارتھوں کی پراپتی پر نہ حد سے زیادہ
خوشی کرے۔ اور موت وغیرہ کے موقعہ پر شانتی سے کام لیوے۔ پیارو یہ
منش دیہی ہے جسمیں پرواپکار کرتے ہوئے تم جنم مرن کے بندھن یعنی چوراسی کے
چکر سے آپکی خلاصی ہو جاویگی اور صرف اسی جنم میں آپ اس پورن پرماتما کا درشن
کر سکتے ہو جو آپ کے ہردہ میں اس طرح پرکاشمان ہے جسطرح کہ ڈالا ہوا سرمہ آنکھوں

ہیں یہ نسر دھر مہ باوجود نزدیک تر ہونیکے خود انکھوں کو وہ کبھائی نہیں دیتا ہے ہاں البتہ
آپ اِس شرہ کو ایک صاف آئینہ سے دیکھ سکتے ہیں پرماتما جوتی سروپ کا اگر آپ درشن
کرنے کے خواہشمند ہیں تو اسکو من روپی آئینہ سے دیکھ لو مگر خبردار من روپی آئینہ کو
پہلے خوب صاف کر کے جو پکا یعنی کام کرودھ لوبھ موہ آدمی کسی پرکار کی میل
اسپر نہ رہے جب تمہارا اس روپی شیشہ صاف ہو جاویگا تو تم خوب خود ہی اس کے
ذریعہ پرماتما کی منوہر جوتی کا درشن کر لوگے اور اسمیں تمکو ایسا آرام آویگا کہ جسے آنند
سے آپکو دنیا کی خواہشیں اور تمنائیں اور خوشیاں سب ہیچ نظر آونگی - اور پھر اس حالت
میں آپکا جنم سپھل ہو جاویگا اور آپ بھو ساگر سے پار ہو جاؤگے -

نہ رستم رہا اور نہ سہراب اب باقی	زمیں کھا گئی یہ جواں کیسے کیسے
نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا	مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

پیارو کہاں ہیں راجہ رامچندر جیسے آگیا کاری پتر جنہوں نے اپنے پتا کے
اقرار کے بموجب رانی کیکئی کی آگیا پالن کرنیکے واسطے اجودھیا نگری کی بادشاہی تک کا
خیال چھوڑ دیا اور بارہ برس کا بن باس اختیار کرنا منظور کر لیا کہاں ہیں لچھمن جی
جیسے دھرم ویر اور بھگتی بھائی جنہوں نے دنیا کی عیش و عشرت سے منہ موڑ
کر اپنے بھائی کا ساتھ دینا منظور کیا کہاں ہیں راون جیسے بلی اور ابھمانی جو
دنیا میں اپنی برابر کسی دوسرے کو سمجھتے تک نہ تھے ہائے کہاں ہیں راجہ ہرشچندر
جیسے دھرماتما راجہ جنہوں نے بادشاہی کیا بلکہ استری پتر اور اپنی جان تک دھرم
کے امولک سودے میں دیدی اور کہاں ہیں تاروں جیسے ماارار اور گنجنس بادشاہ

جنہوں نے روپیہ کے لالچ میں گورستان تک کہدوا ڈالے۔ کہاں ہیں دارا اور سکندر
جیسے شہنشاہ جنہوں نے اپنی عظمت اور بہادری کی دنیا میں دہوم مچا دی
ہائے کہاں ہیں ہماری مرحوم ملکہ وکٹوریہ جس کے راج پر سورج غروب ہونیکا نام
تک نہ لیتا تہا کہاں ہیں سری گورو گوبند سنگھ جیسے دہرمی اور شور بیر جنہوں نے
دہرم اور قوم کیخاطر نہ صرف اپنا ہی سیس دیا بلکہ اپنے نوجوان لڑکے دہرم کے بلی
دان کئے کہاں ہیں سری سوامی دیانند سرسوتی جیسے ودوان رشی رفارمر
جنہوں نے اپنی چند روزہ زندگی میں بہارت ورش کی کایا پلٹ دی ہندو
دہرم کی انوکہی تبدیلی کر کے دہرم پر جان قربان کر دی۔ کہاں ہیں رستم جیسے
بہادر یوسف جیسے خوبصورت تان سین اور باجو باورے جیسے راگی لقمان
- ارسطو اور افلاطون جیسے حکما جنکی حکمت کا شہرہ چاردانگ عالم میں
مشہور تہا۔ مگر ہائے افسوس اپنی زندگی کیواسطے وہ بہی کچہہ حکمت نہ سیکہہ
اور چل دیئے۔ پیارو جو نازنین یہاں فرش گل پہ بہی سونا سوبکار جانتے تہے
اور تکبر سے چمن کے نازک مکان عرش بریں پر تہا اور جنکو قہقہے اور خندہ سے
کے سوائے دم بہر آرام نہ تہا خاک میں زیر زمین پیدل چل بسے کہ نشان تک
نہ رہا غرضیکہ کس کس کو یاد کریں اور رو دیں جبکہ موجود چاند ستارے سورج
اور پرتہوی سمندر اور پربت آدمی سب پدارتہہ کئی بار نشٹ ہوئے اور ہونگے تو کیا
بہائیو ان فانی چیزوں کی خاطر جنکے واسطے بقا کا نام تک لینا مناسب نہیں ہے
ہمارا شوک مناسب ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس بڑے سنسار میں ہمارے کروڑوں

پتا۔ستر سنری اور بھائی گذر چکے ہیں اس لیئے رشتہ داروں کے سماگم کو بجلی کی چمک سمجھ کر شوک نکرو۔اور شانت چت ہو جاؤ۔۔اوم شانتی شانتی شانتی

رام گیو راون گیو جان بہو پروار ٭ کہو نانک تھر کچھ نہیں سپنے جیوں سنسار

غزل

یوسف و شیریں و عذرا لیلی و بلقیس سے / کتنے آئے سیر کو دیکھے تماشے چل بسے

وامق و قیس و سلیمان و زلیخا کوہ کن / عاشقِ کامل تھے یہ لاکھوں سے بیار چل بسے

انوری و سعدی و حاجی نظامی عنصری / سب کے سب سلطان اقلیم سخن تھے چل بسے

تھے جو لقمان و ارسطو و افلاطون حکیم / کچھ نہ حکمت زندگی کی اپنی سیکھے چل بسے

بو علی سے بھی ہزاروں آئے دنیا میں طبیب / موت کی دارو کہیں سے پر نہ لائے چل بسے

ساتھ جن کے تہا بہا نہ لشکر فوج و سپاہ / بیکسانہ قبر کے اندر اکیلے چل بسے

ایک ساعت بھی نہ ٹھہرے جبکا وعدہ آگیا / جی کی جی میں ہی رہے ارماں سبہی سب چل بسے

دیکھتے ہی دیکھتے اکثر عزیز و آشنا / تندرست و خوبصورت چلتے پھرتے چل بسے

ہائے کوئی بھی نہ پلٹا الٹا نہ پوچھی کچھ خبر / جبکہ ہو کے شہر خاموشاں میں سب کے چل بسے

چل بسینگے ایکدن ہم بھی اسی صورت سے آہ / جسطرح زیر زمیں یہ لوگ اگلے چل بسے

جیسے چل بسنا یہاں اور دن کا ہم کریں آہ / دوست کل ہمکو کہینگے آج وہ بھی چل بسے

خانۂ اصلی ہیں جانے کا ذرا تو فکر کر / کہول آنکھیں دیکھ علمی یار کیسے چل بسے

ختم

...لیپنہ ومذہبی پمفلٹوں کا سلسلہ

پمفلٹ نمبر ۱۹

ओ३म्

آریہ درشن و یونانی فلاسفی

یعنی

یونانی فلاسفی کے مخرج آریہ درشن ہیں۔ ایک مختصر
مگر موضح و مدلل لیکچر جس میں ہر دو فلسفہ کی
مشابہت و مطابقت و باہمی مناسبت
کی نہایت موثر و دلکش تصویر
کھینچی گئی ہے

مہاشہ شیوبرت لال صاحب ورمن۔ ایم۔ اے

کی اجازت سے

شنبھو دت شرما پرچارک پنجاب پرتی ندھی سبھا نے مہاتما منشی رام مالک و
ایڈیٹر ستیہ پرچارک کے اہتمام سے چھپوایا

تعداد جلد ۲۳۰۰ قیمت فی جلد ۱۰

ستیہ دھرم پرچارک لائبل کیس

قیمت اردو ایڈیشن فی جلد آٹھہ آنے   قیمت دیوناگری ایڈیشن فی جلد ۱۲ آنے

محصولڈاک علاوہ

یہہ وہ مقدمہ ہے جو پنڈت گوپی ناتھ ایڈیٹر سناتن دہرم گزٹ لاہور نے ستیہ دہرم پرچارک جالندہر پر کیا تہا۔ علاوہ فیصلہ مقدمہ کے ایڈیٹر ستیہ دہرم پرچارک نے اسپر ایک عالمانہ مضمون لکہی ہے۔ اِس مقدمہ سے پنڈت گوپی ناتھ کی پبلک لائف کا پورا پورا نقشہ کہنچتا ہے۔ کتاب واقعی دیکہنے قابل ہے۔ ہردو ایڈیشن کی قیمت پہلے کی نسبت سے بہت کم کردیگئی ہے اردو ایڈیشن کی ایک روپیہ کے بجائے آٹھہ آنے اور ناگری کی ۱۲ کے بجائے ۱۲ آنہ

آپ منگوائیے اور اپنے دوستوں سے تحریک کیجئے

المشتہر

منیجر مطبع ستیہ دہرم پرچارک ہردوار ضلع سہارنپور

دیباچہ

کوئی زمانہ تہا جب یونانیوں کی شایستگی کا سکہ کل عالم میں بیٹھا ہوا تہا نہ صرف یورپ میں بلکہ ایشیاء کی کل مغربی ممالک میں یونانی تہذیب یونانی حکمت اور یونانی فلاسفی کی عظمت تسلیم کیجاتی تھی اور اب بھی اُس کو کل شایستہ دنیا استعجاب و عزت کی نگاہ سے دیکہتی ہے۔ مگر اس بات کو کم لوگ جانتے ہیں کہ یونانیوں کو فروغ کس کی بدولت ہوا اور کس کی شاگردی کی برکت نے اوس کو اس اعلیٰ درجہ پہ پہونچایا تہا۔ کسی حصہ میں یہہ مختصر پمفلٹ اس دلچسپ سوال کا جواب ہے۔ انسان میں اعلیٰ چیز اوس کا دماغ ہے۔ اوس کے دماغ کی کمالیت اور بلند خیالی سے اوس کی بزرگی کا پورا پورا علم ہو جاتا ہے۔ لہذا میں نے اور باتوں کو چھوڑ کر صرف اوس معزز۔ قدیم اور شایستہ ملک کے فلسفہ کی اہمیت کے علم کی اشاعت کو مد نظر رکھنا بہتر و انسب تصور کیا۔ یہہ پمفلٹ میرا اپنا ذاتی نہیں ہے بلکہ پروفیسر رچارڈ گارب صاحب کی مشہور کتاب

"قدیم ہندوستان کا فلسفہ" کے ایک درمیانی باب کا ترجمہ ہے
پروفیسر صاحب نے اپنے خیالات کو مدلل اور پُر زور عبارت
میں ظاہر کیا تھا ۔ اوس میں جو کچھہ ضعف یا سقیم نظر آوے وہ میرا
ذاتی نقص ہے ۔ اوس سے اون کی تحریر کو تعلق نہیں ہے ۔ اور
میں اس نقص کے الزام سے اپنے آپ کو اس وجہ سے قابل معافی
سمجھتا ہوں ۔ کہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے مجھے نظر ثانی کرنے تک کا
موقع نہیں ملتا ۔ قلم برداشتہ دو چار گھنٹوں میں لکھہ لکھا کر پریس
کو بھیجتا ہوں ۔ پمفلٹوں کے اس سلسلہ کی اشاعت سے میری کوئی
اپنی ذاتی غرض مقصود نہیں صرف آریہ اصول کو کسی نہ کسی پیرایہ میں
ظاہر کرنا ۔ آریہ ورت قدیم کی عظمت لوگوں کے دلوں میں قایم کرنا
اور اس کی مدد سے آریہ خیالات کی جانب آریہ ورت لواسیوں
کا مائل کرنا میرا اصلی مقصد ہے اگر اس میں ذرہ بھی کامیابی ہوئی
تو میں اپنی سعی کو مشکور سمجھوں گا

آریہ درشن اور یونانی فلسفہ

آریہ درشن اور یونانی فلسفوں میں اس قدر تعجب خیز مشابہت موجود ہے۔ جس سے دل بے ساختہ نتیجہ اخذ کرنے کے لئے موجود ہوجاتا ہے کہ ایک نے دوسرے سے ضرور عاریت لیا ہوگا جس وقت یورپ میں آریہ فلسفہ کی خبر ہوئی اوسی وقت سے یوروپین عالموں کو اس خاص مضمون کی جانب دلچسپی پیدا ہوئی اور جس توجہ۔ انصاف اور محنت کے ساتھ ان لائق محققین نے اپنی تحقیقات کو مکمل کرتے ہوئے اپنی اپنی رائے قائم کی ہے وہ اون کی انسانیت کے شایاں ہے۔

سب سے زیادہ تعجب اور مشابہت بلکہ یکسانیت (۱) اوپ نشدوں کی تعلیم

---

(۱) اوپ نشدوں کی تعلیم کی تاویل جو نوین ویدانت کی شکل میں ہے شنکر اچاریہ سے پہلے کی ہے۔ بلکہ گوتم بدھ نے بھی اسی تعلیم و سانکھیہ کے اصول پر اپنے فلسفہ کی بنیاد رکھی تھی۔ (۲-۳) مشہور یونانی فیلسوف و حکیم

اور ایلیٹک Eleatic School فلسفہ والوں کے اصول کے
درمیان ہے زینوفن[۲] Xenophanes کی تعلیم کی بنیاد اس
اصول پر قایم کی گئی ہے کہ ایشور اور جگت (سرشٹی) دونوں ایک
ابدی اور غیر تغیر پذیر ہیں اور پرمنیڈس[۳] Parmenides کی رائے
ہے کہ اصلی چیز صرف یہہ محیط کل وجود ہے ان میں سے نہ تو کوئی
پیدا ہوا نہ برباد ہوتا ہے اور سرب ویاپک ہے علاوہ یہہ کہ جن
میں اخلاط اور ناپایداری پائی جاتی ہے اصلیت سے خالی ہیں
اور ہونا و سوچنا مترادف و ہم معنی الفاظ ہیں اس قسم کے اصول
اوپنشدوں کے مضامین سے مناسبت رکھنے والے ضرور ہیں
اور ویدانت کے تلقین کے ہی موافق نظر آتے ہیں جو اوپنشدوں
سے مختلف نہیں بلکہ انہیں کی بنیاد پر قایم کیا گیا ہے جس طرز پر
متذکرۃ الصدر فیلسوفوں نے اپنے خیالات کی بندش اور
اظہار کو مخصوص کیا ہے وہی اوپنشدوں میں ہی پایا جاتا
ہے. دونوں صحیفہ کی طرز تحریر و عبارت سے بلند خیالی متانت
اور سنجیدگی ٹپکتی ہے اور دونوں نے جا بجا نظم سے کام لیا ہے
یہہ سچ ہے قدیم اوپنشدوں میں اس قسم کے خیالات
نہیں پائے جاتے ہیں کہ دنیا فریب اور بھرم ہے

(۲ - ۳) مشہور یونانی فیلسوف و حکیم۔

بہہ خیالات آریہ اور یہ برہمن کے زمانہ کے بعد سنئے نئے تالیفات
ہیں داخل کئے گئے ہیں مگر اس میں شک نہیں کہ جن لفظوں سے
اس قسم کے معنی نکالے گئے ہیں وہ قدیم اوپ نشدوں میں موجود
ہیں اور ان کا نشوونما بعد کو ہوا ہے کیونکہ انہیں باتوں کے اوپر
وچار کرتے ہوئے بتدریج برمہہ کی یکتائی پر بحث ہوئی ہے اور
اوس کو یعنی برمہہ کو وگیان اور گیان تسلیم کیا گیا ہے۔ ادہر ہیں
اسی خیال سے ایلیٹک فلسفہ کو آریہ ورت سے سیکھا ہوا مانتا ہوں
اس کے ماسوا [1] قصہ کہانی اور روایات سے بھی جو یونانی تصانیف
میں موجود ہیں آریہ خیالات کے عاریت لینے کا پتہ لگ سکتا ہے
جیسے ~~طالیس~~ جو یونانی فلاسفیوں کا امام کہا جاتا ہے۔ ہر
چیز کی پیدائش پانی سے بتلاتا ہے۔ آریہ ورت میں بھی یہہ خیال
قدیم سے چلا آتا ہے۔ وہاں خالق [2] وشنو کو سمندر کے درمیان قائم

---

(۱) آریہ ورت میں بھی ایسے قصہ کہانی بکثرت پہلے سے موجود تھے اور
اون پرمابعد کے اٹھارہ پورانوں کے عمارت کی تعمیر تیار کی معلوم ہوتی ہے
(۲) وشنو بھاگوت و وشنو پوران وغیرہ کے بموجب شیشہ ناگ پر سمندر میں رہتے ہیں
اور اون کے ناف سے برمہا پیدا ہوئے۔ علاوہ اسکے سمندر کے متھے جانے
اور اوس سے بہت چیزوں کے برآمد ہونے کا قصہ بھی زبانزد خلائق ہے۔

کرکے کل خلقت کو اوس سے پیدا ہوا ناتے ہیں اور دوسری چیزوں
کو حتیٰ کہ مادہ تک کو پانی سے بنا ہوا تسلیم کرتے ہیں۔ سانکھیہ والا سفی
کے اصل الاصول کا پتہ ہی یونانی علوم طبیعات و علم موجودات میں سے
لگتا ہے (۱) اناکز بمنڈر Anaximander کی رائے ہے
کہ ہر چیز کی پیدائش ایک قسم کے ابتدائی مادہ سے ہوئی ہے جو ابدی
لامحدود ہے اور جس کا علم نہیں ہو سکتا ہے۔ ہر محدود چیز اوس
سے خروج پاتی ہے اور پھر اوسی میں جاکر جذب ہو جاتی ہے۔ اب
غور کیجئے تو سانکھیہ فلسفہ ہی خلقت کی پیدائش اسی ابتدائی مادہ سے
مخصوص و منسوب کرتا ہے اور یہ سے یں اوسی میں واپس و جذب
ہونے کی تعلیم دیتا ہے یہہ مشابہت بہت صاف ہے اور بلا صوت
و نکرار تسلیم کی جانے کے قابل ہے۔ علاوہ بریں مختلف طبقات عالم کا
سلسلہ کے ساتھہ پیدا ہونا اور قدرتی متضاد (۲) اور مخالف اسباب کا
دنیا میں موجود رہنا انکزامنڈر اور سانکھیہ دونوں میں عام ہیں
اب ہم ایک دوسری مثال پیش کرتے ہیں۔
ہراکلیٹس Heraclitus گو بہت سی باتوں میں ایرانی
خیالات کا معتقد ہے تاہم چند مسئلوں میں سانکھیہ فلسفہ سے

---

(۱) یونانی فیلسوف (۲) ان کو دوند کہتے ہیں جیسے گرمی سردی۔ دکھہ سکھہ وغیرہ

متفق ہے سانکھیہ کہتا ہے کہ دنیا میں برابر تغیر حالت ہوا کرتی ہے ہر وقت بے شمار دنیائیں بنتی بگڑتی رہتی ہیں اور[1] ہر اکلیٹس بھی اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔

اب دوسرے اور مابعد زمانہ کے فلاسفروں کی طرف توجہ کیجئے۔ پہلا فیلسوف یمپیڈاکلینز Empedocles ہے جس نے پیدائش کے مسئلے بالکل سانکھیہ فلاسفی کے اصول کے مشابہہ ہیں ایک موقع پہ وہ کہتا ہے "کسی چیز سے کوئی شی پیدا نہیں ہو سکتی جو پہلے کسی نہ کسی حالت میں موجود نہ رہی ہو اور کوئی چیز جو موجود ہے فنا نہیں ہو سکتی" کرشن بھی اپنی گیتا میں جو قدیم کتاب ہے کہتے ہیں کہ "نیستی سے ہستی اور ہستی سے نیستی میں کوئی چیز نہیں آتی" سانکھیہ نے اس بات پہ بہت زور دیا ہے اور اوس نے پرکرتی کے تمام پیدا شدہ اشیاء کو لایزال لاابتدا اور لاانتہا بتلایا ہے دست کاروا د) مشابہتوں کو چھوڑ کر میں اس موقع پہ یمپیڈاکلینز کے اون خیالات کو دکھلانا چاہتا ہوں جو آریہ طرز معاشرت و آریہ طرز تمدن سے بالکل متفق ہیں

---

[1] کولبرک صاحب نے اپنی کتاب miscelaneous essays (طبع ثانی - جلد اصفحہ ۳۴۷) میں ہر اکلیٹس اور سانکھیہ کے اصول میں متعدد مشابہتیں دکھلائی ہیں۔

اور شانی صاحب کے الفاظ جو کلکتہ ریویو نامی رسالہ جلد باستہ ۶۲ صفحہ ۷۵ میں موجود ہیں اس خیال کی تائید میں پیش کرنا غیر موزوں نہیں ہوگا وہ لکھتے ہیں کہ "وہ وس نے اوس حاذق ہند و فلسفہ کو ذہن نشین کر لیا تہا جہانتک یونانیوں سے امید ہو سکتی ہے وہ اپنے وقت کا معید۔ حکیم اور نبی گذرا ہے۔ کرم کانڈ کے ارکین کے تعمیل میں ہی وہ اکثر سرگرم پایا گیا اور معجزات کو ہی اوس کی ذات سے مخصوص کیا جاتا ہے۔ اپنی ایام زندگی میں وہ کہتا تہا کہ میں نے عبادت کے ذریعہ اپنے تمام ناپاکی اور گناہوں سے روح کو پاک صاف کر لیا ہے۔ پیدائش کی کشش مجھ سے دور ہو گئی ہیں اور میں جیون مکت ہو گیا ہوں" شانی صاحب یہہ بہی کہتے ہیں کہ مسئلہ تناسخ یقین کرنے کی وجہ سے اوس نے گوشت کہانا ہی ترک کر دیا تہا۔

انکساگورس (۱) Anaxagoras (۲) اور سانکہیہ فلسفہ کا دوبنت مت ہی بہت کچہہ مشابہہ ہے۔

(۳) ڈاکٹر Dama (?) کے پرمانوؤں کی تعلیم بہی جو بایقین نیا فلسفہ سے اخذ کی ہوئی نہیں معلوم ہوتی اور

(۱-۲-۳) یونانی فیلسوف۔

جو ہیپڑاکلیٹز کے خیالات میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے سانکھیہ فلسفہ کے مسائل کی لفظ بلفظ یاد دہانی کرتی ہے یعنی[۳] "نیستی سے کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی" دیوتاؤں کی نسبت بھی اوس کے عقائد ایک سے ہیں۔ ڈیماکرٹس کے خیال میں وہ لافانی نہیں ہیں صرف وہ کسیقدر زیادہ سکھی ہوتے ہیں اور زیادہ دنوں تک جیتے ہیں۔ تمام ہندو تصانیف دیوتاؤں کی نسبت اس بات میں متفق ہیں۔ ہندو خیالات کے بموجب دیوتا بھی نیک کرم کی جزا ختم نہ ہونے پر نیچے لوک میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ بھی اپنے کرم کی سزا و جزا کے نتیجہ کو ہوگتے ہیں۔ شنکر آچاریہ اپنے برہمہ سوتر کی شرح (ادھیایہ پہلا۔ ۲۔ ۲۸) میں کہتے ہیں کہ "اندر ایک قسم کی پدوی ہے جو اوس پد وی پر رہتا ہے اندر کہلاتا ہے"[۴] ایپی کیورس کی تعلیم کا ہی جس سے زیادہ تر ڈیماکریٹس کا تتبع ظاہر ہوتا ہے یہی حال ہے اوس نے ایسے اصول قایم کئے ہیں جو دیشیشک و جیمنی میں سانکھیہ سے مشابہہ و متفق ہیں۔ ایپی کیورس کہتا ہے کہ دنیا کے انتظام میں کسی ایشور کا دخل نہیں ہے اگر اوسکو

(۳) سانکھیہ سوتر پہلا ادھیا ۷۸۔ (۴) یونانی فیلسوف

منتظم و منتر تب قایم کروگے تو ضرور تا اوس میں ایسے
اوصاف کا ہونا لابدی پایا جاویگا جو شان ایزدی
یا الوہیت کے اوصاف سے برخلاف ہونگے - سانکھیہ
کا بھی اس سے اتفاق ہے اور وہ پورش کو اکرتا بتلاتا
ہے اپنی کیورس بھی اسی دلیل میں اکثر اوس مشہور مسئلہ کا
استعمال کرتا ہے کہ "نیستی سے ہستی ظہور پذیر ہونی ہے"
اب یہہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ متذکرہ الصدر فلاسفروں
نے یہہ اصول دراصل آریہ ورت سے سیکھے یا اونہوں
نے خود بلا مدد غیرے اپنی فلسفہ کی علیحدہ بنیاد قایم کی
اور آیا یہہ مشابہت انسانی خیالات کی مشابہت کی وجہہ
سے پائی جاتی ہے یں بلا کسی دور جا ینے کی پہنچی راے
سے متفق ہوں - ایڈ - را نہہ صاحب کے رسالہ و نیبز

---

(۱) رسالہ اندش استڈین جلد دوم صفحہ جات ۳۶۹ و ۳۸۸
و سر ولیم جونس کی تصانیف صفحہ جات ۳۶۰ و ۳۶۱ میں مرقوم ہے بنیاد
اول) پیسٹیک فلاسفی سے دنیا دوم دیسٹینگ الونگ سے ہمہ دیدانت
و علی الخصوص ویدانت پلیسٹونک سے سانکھیہ اول اٹانک و سانکھیہ دوم
شواک فلسفہ سے مشابہ ہے یعنی بمطابق یونانیوں کا گو تمہ ہے

اگسٹس گلیڈسٹن وسی بی شلگٹر صاحبان کے تصانیف سے مشرقی معاملات کی بالکل عدم واقفیت پائی جاتی ہے تاہم اون کی بیانات میں سچائی موجود ہے اور یہہ امید کیجاتی ہے کہ وہ سچائی کسی وقت میں نہایت آب و تاب کے ساتھہ ظاہر ہوگی۔ جیسا یہہ حضرات فرماتے ہیں یہہ ممکن ہے کہ آریہ ورت نے پارس دیش کے توسط سے یونان کے خیالات پر اپنا اثر ڈالا ہو۔ اور اس ذریعہ سے ممکن ہے کہ آریہ خیالات یونان میں پہونچے ہوں ایشیائے کوچک کے باشندگان کے تعلق مشرقی ممالک سے وسیع تھے دور زمانہ زیر بحث میں ممکن ہے کہ ملک وائن میں ہی آریہ اور یونانیوں کو اظہار خیالات کا موقع ملا ہو۔

یونانی روایتوں سے پتہ لگتا ہے کہ بالعموم جن فلاسفروں کا ہم نے نام لیا ہے یعنی تھیلس۔ ایمپیڈکلیز۔ انکساگورس ڈیماکریٹس و دیگر اشخاص عرصہ تک مشرقی ملکوں میں فلسفہ کے مطالعہ کی غرض سے سفر کرتے رہے ان روایات پر غور کرنے سے ممکن معلوم ہوتا ہے کہ یونانی فلاسفروں نے پارس میں رہ کر یا آنکہ آریہ ورت میں کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰ تھیلس یونانیوں کا گنا ڈ ہے ساکریٹیز (سقراط) یونانیوں کا جینی ہے پلیٹو (افلاطون) یونانیوں کا ویاس ہے پتھاگورس (فیثاغورث) یونانیوں کا کپل ہے۔ زینو یونانیوں کا پتنجلی ہے۔

آریہ خیالات سے واقفیت پیدا کی ہو۔ اور اس میں کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اونہوں نے دراصل غیر ملکی خیالات مستعار لئے اور موقع و محل کے موافق یونانیوں کے دل و دماغ میں ان انتراعاز خیالات کو جاگزیں کیا۔

اس موقع پر میں نے عمداً ایک شخص کے تذکرہ کو فروگذاشت کر دیا تہا جو مسئلہ زیر بحث سے زیادہ متعلق ہے۔ یونانی فلاسفر بلیاٹیکس اور ایپی کیورس کے نسبت ابہی تک قیاسی رائے قائم کی تہی مگر بغور مطالعہ کرنے سے واضح ہو گا کہ یہہ ہر دو فیلسوف اپنے معلومات کے لئے زیادہ تر پہاگورس نامی حکیم کے مشکور ہیں اور سب کا دار مدار اس کی تحقیقات و تعلیم پر ہے پتہاگورس کو آریہ فلاسفی و آریہ سائنس سے واقفیت تہی اور یونانی خود معترف ہیں کہ اوس کے اصول دوسرے غیر ملک سے لئے گئے ہیں[۱]۔ سر ولیم جونس صاحب پہلا شخص ہے جس نے سانکھیہ فلسفہ اور پتہاگورس کے تعلیم کے درمیان مشابہت دکھلائی تہی۔ اور اوس نے بلا تامل سانکھیہ کو مخرج بتایا ہے۔ جونس[۲] صاحب کے بعد کولبروک صاحب نے زیادہ

(۱) ورکس صفحہ جلد سوم صفحہ جات ۲۳۶

(۲) میلینیس اسیعیز جلد اصفحہ جات ۴۳۴۔ ۴۳۷۔

زور کے ساتھہ لکھا کہ پتھاگورس کے اصول کی بنیاد کا آریہ ورت میں سے پتہ لگتا ہے"[1] جہانتک کہ پتھاگورس کی زندگی کے واقعات سے تعلق ہے مجھہ کو اس بات کے اقرار کرنے میں تامل نہیں ہے کہ یونانی فیلسوف کا علم آریہ معلمین سے حاصل کیا گیا ہے"[2] کولبروک کا بیان صحیح ہے اور مندرجہ ذیل انتخاب سے جو یہاں بجنسہ ترجمہ کیا جاتا ہے اسکی تائید ہوتی ہے۔

"پتھاگورس اور اسکی علی الخصوص ہندوؤں کی طرح سرشٹی کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

کسی شخص کو اس بات کے یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہندو آواگون کے مسئلہ کو مانتے ہیں اور پتھاگورس اور اوس کا جانشین بھی اس کی صداقت کو تسلیم کرتا ہے۔

وہ ہندوؤں کی طرح من کو جیو آتما سے علیحدہ مانتا ہے۔ من جسم کے ساتھہ فنا ہوجاتا ہے مگر جیو آتما لافانی ہے۔

ہندوؤں کی طرح پتھاگورس و دیگر فیلسوف روح کے لئے ایک لطیف جسم قائم کرتے ہیں جو کثیف یعنی ستھول شریر سے مختلف ہے جسم کے

---

(۱) مسلینیس ایسیز جلد ۱ صفحہ ۴۱۲۔

(۲) " " " صفحہ ۴۱۴

ساتھ تعلق ہونے سے روح استھول شریر کے سمبندھ میں آتا ہے
سانکھیہ نے بھی اس کو سوکشم۔ و استھول شریر کو مانا ہے۔ یہہ ان
سب باتوں پر غور کر کے یہہ صریحی نتیجہ نکالنے کی طرف مائل ہوتا ہوں
کہ ہندو معلم ہیں اور یونانی مُتعلّم۔"

(۱) ولسن صاحب کولبروک اور جونس کی مشابہتوں کو صرف کہیں کہیں ظاہر کرتے ہیں۔

برتھلمی سینٹ ہلیر صاحب اس معاملہ میں اور ذرہ زیادہ گہرے جاتے ہیں وہ اپنے سانکھیہ کے رسالہ صفحہ ۵۱۲۔۵۱۳۔ ۵۲۱ و ۵۲۲ میں پیتھاگورس کے اصول پر غور کرتے ہوئے تسلیم کرتے ہیں کہ اوس کی تعلیم کی اصلیت کا پتہ آریہ ورت ہی میں ملتا ہے مصر میں نہیں۔ برتھلمی صاحب کہتے ہیں کہ سانکھیہ کے اصول افلاطون کی تصانیف فیڈن۔ فیڈرس۔ ٹیمیس۔ اور ریپبلک میں بھی نظر آتے ہیں وہ یہہ بھی کہتے ہیں کہ بندھ و موکش کا مسئلہ جس کا تعلق روح کے مادی غلاف و جسم سے ہے افلاطون اور سانکھیہ دونوں میں عام ہے۔ اور دونوں روح کو انادی و اننت مانتے ہیں اسی کتاب کے صفحہ ۵۲۱ میں مرقوم ہے کہ افلاطون

(۱) کوارٹرلی اورینٹل میگزین جلد ۴۔ ۱۱۔۱۲ و ۳۔ کلکتہ کا صفحہ ۹۔

پتھاگورس کی تعلیم کا بحد سے معتقد تھا اور اوس نے اوس سے
عادت ہی لیا تھا لیکن جب وقت یہہ سوال پیش کیا جاتا ہے
کہ پتھاگورس کی تعلیم کا مخرج کون ملک ہے تو ہم کو آریہ ورت کی
طرف نگاہ کرنا پڑتا ہے"(۱) علاوہ بریں پتھاگورس کے تناسخ والے
مسئلہ کے آریہ اصلیت کا ذکر قدیم کتابوں میں بھی آچکا ہے(۲)۔

لیوپولڈ وان شروڈر صاحب نے اپنے جرمن کتاب (موسومہ
پتھاگورس اینڈ دی انڈین) باوجود لاعلمی کے خاص معاملات میں
بہت صحیح رائے ظاہر کی ہے کتاب مذکور سے یہہ ثابت ہوتا ہے
کہ قریب قریب تمام اصول جن کو پتھاگورس کی ذات سے منسوب
کیا جاتا ہے آریہ ورت میں پہلے ہی سے موجود تھے اور جو جو مسائل
مذہبی۔ فلسفانہ یا متعلق ریاضی پتھاگورس سے مخصوص ہیں یا مسیح
سے چھہ سو برس پیشتر بلکہ اس سے بھی پہلے یہاں پائے گئے تھے۔
پتھاگورس کے بہت سے نتیجے اور اصول کی پیدایشگاہ آریہ ورت ؎

---

(۱) ای۔ روبہ صاحب (بلیوتھیکا انڈیکا جلد ۱۵ صفحہ ۱۹) میں لکھتے ہیں کہ
جسطرح کٹھہ اوپنشد میں جسم کو رتھہ روح کو رتھہ بان اندریوں کو گھوڑے
من کو لگام وغیرہ وغیرہ بطور استعارات بیان کئے ہیں اوسی طرح فیڈرس
نام کتاب میں بھی لکھا ہے۔ (۲) دیکھو لوشن شرمن کی کتاب صفحہ ۲۶ نوٹ ۱

ایک یا دو مشابہتوں کے ملنے سے نتیجہ کو جرات نہیں ہو سکتی تھی کہ یونانی حکما کی نسبت آریہ ورت کی شاگردی کا قطعی فیصلہ پاس کر سکتے مگر پتھاگورس کا مضمون دگرگون ہے یہاں جتنی باتیں ہیں سب اپنی آریہ اصلیت میں پائی جاتی ہیں اور کسی شخص کو کبھی ہمت نہیں ہو سکتی ہے کہ وہ پتھاگورس اور آریہ ورت کے فلاسفیوں کے نسبت یہہ کہہ سکے کہ یہہ ہر دو ملکوں میں خود بخود پیدا ہو گئیں اور ایک کو دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں میں شروڈر صاحب ہی کے خیال کے بموجب یہہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ پتھاگورس اور آریہ ورت کے فلسفے میں خاص خاص مسائل عام ہیں تناسخ کا مسئلہ بالتوضیح و بالتصریح دو شاخوں میں ایک ہے۔ یہہ کہتا ہے کہ پتھاگورس نے اس مسئلہ کو مصر سے سیکھا ہوگا غلط ہے کیونکہ مصریوں کو اس سے ناواقفیت تھی۔ پتھاگورس نے بعض بعض ترکاریوں کا استعمال متروک کرانا ہے اور پانچویں عنصر آکاش کا مسئلہ جس طرح پتھاگورس میں موجود ہے ویسے ہی آریہ ورت کے ہر فلسفہ کی شاخ میں پایا جاتا ہے اور بہت سی ایسی باتیں ہیں جو آریہ لٹیریچر سے اخذ کی ہوئی ثابت ہوتی ہیں شروڈر صاحب نے بہت سے کم نتیجہ آور مشابہتوں کے دکھلانے کی بھی کوشش کی ہے جس کی نسبت قطعی رائے قایم نہیں کی جا سکتی دو مندرجہ ذیل

خیالات کے بارہ میں بھی ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔
اولاً ان کا یہہ کہنا کہ پیتھاگورس نے خود آریہ ورت میں جاکر علم حاصل
کیا ایسا خیال ہے جو اوس زمانہ کی تواریخ سے ثابت نہیں ہوتا۔[1]
جس ملک میں پیتھاگورس کے رہنے کا خیال کیا جاتا ہے وہ غالباً
پارس رہا ہوگا۔ یہاں ہی اوس کو آریہ معلمین سے شناسائی ہوئی ہوگی
اور اسی مقام سے آریہ فلسفہ کا اثر یونانیوں پر پڑنا ممکنات سے
معلوم ہوتا ہے تاہم شروڈر صاحب کی یہہ رائے کہ پیتھاگورس
نے پانچ عناصر و تناسخ ارواح کا علم سانکھیہ طریق کے معلمین
سے سیکھا ہے قابل وقعت نہیں معلوم ہوتی کیونکہ کہیں سے
بھی اون کے تعلقات کا پتہ نہیں چلتا۔ شروڈر صاحب اپنی
کتاب کے صفحہ ۲۷ و ۶۷ میں لکھتے ہیں کہ پیتھاگورس کے فلسفہ
میں ہندسوں پر بحث ہے اور ہندسہ کا علم تمام علوم کا مبدار
ہے اور یہہ سانکھیہ سے اخذ ہوا ہے۔ آگے چلکر ۸۷ صفحہ میں
وہ تحریر کرتے ہیں کہ "سانکھیہ کے معنی شمار کے ہیں اور اس
فلسفہ میں ضرور سنکھیا پر بحث رہی ہوگی۔ گو یہہ خصوصیت ہزاروں
برس بعد خارج کردی گئی اور اب اوس کا پتہ نہیں لگتا۔"

---

[1] پیتھاگورس کے آریہ ورت میں جانے کی یونانی روایت سکندر اعظم کے بعد کی ہے

ایسی رائے ظاہر کرتے وقت شرو ڈر صاحب نے اوپ نشدوں کو بالکل نظر انداز کر دیا جو سانکھیہ فلسفہ کے اصول سے بھری ہوئی ہیں اور اونہیں کے مطالعہ سے بہت کچھ اوس کے تعلیم کا پتہ لگ سکتا ہے شرو ڈر خود اس مسئلہ کو مشتبہ کہتے ہیں اور ہماری دانست میں یہہ بالکل بے بنیاد ہے جہانتک دیکھا جاتا ہے موجودہ سانکھیہ فلسفہ کے علاوہ اور کوئی سانکھیہ نہیں تھا جس میں محض اعداد ہندسہ پر بحث کی گئی ہو سانکھیہ جیسے پہلے تھا اب بھی ہے ۔ پتھاگورس کے اوس خاص متعلق ریاضی کے اصول سے اور سانکھیہ سے ذرہ بھی تعلق نہیں ہے پتھاگورس علم ہندسہ کو اس وجہ سے تمام علوم کا جوہر بتلاتا ہے کہ ہر قسم کے علوم و فنون میں اوس کی ضرورت پڑتی ہے سانکھیہ کا شمار اون مادی اصول سے متعلق ہے جن سے سرشٹی ہوتی ہے ۔ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا ۔

ناسن صاحب اپنے جرمن رسالہ انڈش اسٹر تھمسکنڈی میں لکھتے ہیں کہ آریہ جاوات کا یونانی فلسفہ پر مسیح سے پیشتر زمانہ میں کوئی اثر نہیں پڑا (جلد ۲ صفحہ ۳۷۹) مگر اسیانت کو تسلیم کرتے ہیں کہ مسیحی[1] ناسٹیسزم اور

(۱) ایک مسیحی فرقہ

نیو پلیٹو نزم پہ اولٹن کا اثر ضرور پڑا ہے۔ کیونکہ اس وقت میں سکندریہ اور آریہ ورت کے درمیان تعلقات پیدا ہو گئے تھے اور آریہ رسوخ کا بالکل انکار کرنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہے۔

پہلے ہم ناسٹیسزم پہ بحث کریں گے۔ لاسن صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ ناسٹک طریق بدھ مذہب سے نکلا ہوا ہے اور اسکندریہ میں اوس خیال نے بہت کچھ اثر پیدا کر رکھا تھا مگر یہہ اثر جو مسیحی طریق میں مخصوص ہوتا ہے صرف بدھ مذہب کا ہی نہیں ہے بلکہ میری دانست میں لاسن صاحب سانکھیہ فلسفی کو بالکل نظر انداز کرتے ہیں صفحہ ۳۸۵ میں روح و مادہ کے تعلقات کی بدھ و ناسٹک اصول کے بموجب تشریح کرتے ہوئے اونہوں نے جس بات کو ثابت کرنا چاہا ہے اوسی سے زیادہ تر سانکھیہ فلاسفی کے تعلق کا اظہار ہوتا ہے میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ لاسن کو اس معاملہ میں ذرہ بھی کامیابی ہوئی ہے۔ سانکھیہ کہتا ہے کہ روح و پرکاش ایک ہی ہیں ہر چیز کا پرکاش روح سے ہوتا ہے۔ ناسٹک اصول میں روح کی ان لفظوں میں تادیل سانکھیہ سے لی گئی ہے۔

(صفحہ جات ۳۴۸ و ۳۹۰) میں لاسن صاحب کو اقرار ہے
کہ رج۔ ست۔ تم گنوں کے بموجب آدمیوں کی تقسیم سانکھیہ
کے بموجب ہے۔ ہر شخص میں کسی نہ کسی قسم کا گن کی کمی یا
زیادتی ہوتی ہے کوئی خوش ہے کوئی تلون طبع ہے کوئی
کاہل الوجود ہے کسی میں ذہانت۔ عقل کی رسائی۔ کسی میں
شہوات وخلیات کی زیادتی اور کسی میں جہالت وسستی ہوا کرتی
ہے۔ اس سبب کی قابل اطمینان تشریح صرف سانکھیہ
میں مل سکتی ہے۔ ایک بات اور بھی یہاں قابل غور ہے
سانکھیہ شاستر کے بموجب بدھی اہنکار و من کی بناوٹ
سرشٹی کے وقت بتدریج پہلے ہوئی ہے شخصی وجود یا مفرد
شخصیت میں بھی یہہ باتیں اوسی طرح تسلیم کیجاتی ہیں جو لوگ ناشک
اصول سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں وہ آسانی سے سمجھینگے کہ ان سب
باتوں کی تفصیل وضاحت کے ساتھ صرف سانکھیہ میں مل سکتی
ہے اور ناسٹک فرقہ والوں نے اوسی سے عاریت لیا ہے۔
نیو پلیٹونک اصول کے بحث میں لاسن نے سانکھیہ کے اثر کو پورے
طور پر تسلیم کیا ہے پلاٹینس اس طریق کے خاص بانیوں میں سے
صفحہ جات ۲۰۴-۶۹۹ ہیں اوس کے خیالات بالکل سانکھیہ سے
مطابق ہیں مثلاً وہ کہتا ہے۔ "روح رنج وغلبہ سے بالکل مبرا ہے

کسی قسم کے محسوسات اوس تک نہیں پہونچتے کیونکہ رنج کا تعلق
صرف مادہ سے ہے" پلاٹینس کہتا ہے کہ "میرا فلسفہ دنیا کو
مصیبت سے رہائی دے سکتا ہے" یہی دعوے سانکھیہ کا بھی ہے اور
وہ یہی کہتا ہے کہ پورش و پرکرتی کے تمیز وچار دگیان سے نجات
حاصل ہوتی ہے گو اور آریہ دہشنوں کا مقصد بھی تین نوعہ کے
نجات ہی سے ہے لیکن کسی نے اس بات پر اتنا زور نہیں دیا
کہ دنیا مصیبت سے بھری ہے۔ دنیا کے مصائب سے نجات
پانے کی کوشش پرم پورشارتھ ہے اور تین طرح کے دکھوں سے
چھوٹنا نجات ہے۔

صفحہ ۲۸۴ میں لاسن صاحب ویدانت اور پلاٹینس کے
اس جملہ میں مشابہت دکھلاتے ہیں " نیند میں انسان کو
خوشی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ روح نہیں سوتی" لیکن اوس
کی مطلق ضرورت نہیں ہے سانکھیہ میں یہی وہی بات موجود
ہے" گہری نیند یا سشپتی نجات کے سکھ سے مشابہ ہے کیونکہ
اس میں بھی اندریوں کے محسوسات و خیالات سب
موقوف ہو جاتے ہیں اور دکھ دور ہو جاتا ہے اس قسم کے

(۱) سانکھیہ سوتر ادھیاے پانچواں سوتر ۱۱۶

اور مشابہتوں سے یہہ بات بخوبی پایہ ثبوت کو پہونچتی ہے کہ پلیٹونک فلسفہ کا مخرج ضرور سانکھہ ہے گو پلیٹونک اور سانکھہ میں بہت سی مثالیں موجود ہیں لیکن جب ہم سانکھہ کے اوس طریق پر نگاہ ڈالتے ہیں جو فلسفہ کا ایک علیحدہ شاخ بنگیا ہے اور یوگ کے نام سے موسوم ہے تو اس یوگ درشن سے اوس کا تعلق اور بھی گہرا نظر آتا ہے۔ پلاٹینس کی اخلاقی تعلیم ریاضت نفس کشی خصوصیت رکہنے والی ہے اور جہانتک خیال کیا جاتا ہے اوسکا سبب صرف شاستر سے تعلق رکہنے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے۔ پلاٹینس کہتا ہے کہ تمام دنیاوی سامان فضول وحقیر ہیں اون کی ہوس نادانی ہے اگر ہم خارجی اثر سے اپنے آپ کو علیحدہ رکہہ سکیں اور جملہ خیالات پر غالب آجاویں جو خارجی محسوسات سے پیدا ہوتے ہیں ہمارا دل انکی گہران سے مامور ہوجائیگا اور ہم ایشور کے انند دایک درشن سے کرتارتھہ ہوجائینگے اس خیال اور یوگ کی تعلیم میں مطلق فرق نہیں ہے پلاٹینس کا ایشور سے اتصال پیدا کرنا یوگ شاستر کا "پرنتیہ" اور پر تنیہم گن تم" ہے اور جو یوگ کی تعلیم کے موافق کاربند ہونے وشغل کرنیسے حاصل ہوتا ہے (۱)

(۱) یوگ سوتر باب چہارم صفحہ ۳۳۔

علاوہ پلاٹینس کے اوس کے شاگرد پارفری نے (صفحات ۲۴۳ لغایت ۲۴۰) اپنے اوستاد سے سانکھیہ کا تتبع کیا ہے اس کی تعلیم پر جو آریہ درت کا اثر پڑا ہے وہ براہ راست ثابت کر دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اوس نے بردیسا ہنس کی تحریر سے فائدہ اوٹھاتے ہوئے برہمنوں کی نسبت بہت سے اقوال نقل کیے ہیں اور اس بردیسا ہنس نے اپنے معلومات ان آریہ ایلچیوں سے حاصل کئے تھے جو منجانب مہاراجہ اشوک شاہنشاہ انٹونینیس پائیس کے دربار میں آئے ہوئے تھے۔ تمام خاص خاص باتوں میں پارفری پلاٹینس سے متفق ہے مثلاً خارجی دنیا کا ترک کرنا اور دھیان وچار سے سچائی حاصل کرنا وغیرہ۔ مگر اوس نے بمقابلہ اپنے استاد کے سانکھیہ کے روحانی و مادی عالم کا بیان بہت وضاحت و صراحت کے ساتھ کیا ہے: اوس کے سانکھیہ کے معتقد و مقلد ہونے کا پتہ بہت سی باتوں سے لگتا ہے وہ روح کی فضیلت مادہ کے اوپر تسلیم کرتا ہے۔ روح کا مادہ سے نجات ہونے پر دنائیشٹہ ہوتا مانتا ہے۔ اور دنیا کو لا ابتدا اور لا انتہا ثابت کرتا ہے یہاں ہم

---

(۱) مسا بار گرولاسن صفحہ ۴۳۰۔

یہہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یارفری جانور کا ذبح کرنا اور اون
کی قربانی کرنا اصول کے برخلاف قایم کرتا ہے لاسن صاحب
(صفحہ ۲۳۴ میں) لکھتے ہیں کہ یقیناً یہہ خیال بُدھ مذہب سے
عاریت لیا ہوا معلوم ہوا ہے۔ لیکن چونکہ ہم بدھ مذہب کو
خود سانکہیہ کی ایک شاخ یا آنکہ اوس سے نکلا ہوا مانتے ہیں
کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ ہم اوس کو دہرم سے عاریت
لیا ہوا تسلیم کریں اور سانکہیہ کی عظمت کو کیوں نہ قایم کریں (۱)
میں نہیں سمجھتا کہ مجھے اور مشابہتوں پر بحث کرنے کی ضرورت
ہے جن کو لاسن صاحب مابعد کے نیو پیٹھونک اور آریہ فلسفہ
کے درمیان ثابت کرتے ہیں (صفحہ ۳۰۰) کیونکہ ایامن ظاہرا
ضعیف الاعتقاد معلم معلوم ہوتا ہے اور اوس کا آریہ ورت
کے فلسفہ سے اچھی طرح واقفیت رکہنا مشتبہہ ہے مگر اوس کے
پیشتر دمتقدمین نے کافی طور پر اپنے تعلق کو ظاہر کر دیا ہے
ایامن کے خیال کے موافق جو لوگ پاک اور مقدس ہیں شی سے
مامور ہیں کہ ایانت دکہا سکتے ہیں یہہ بات آریہ ورت میں بھی
عام ہے اور یوگیوں کے معجزات اکثر ممکنات سمجھے جاتے ہیں۔

---

(۱) انردوہ کا سانکہیہ سوتر پرینیکا۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۲ کا دیباچہ ملاحظہ طلب

یوگ فلاسفی شغل کی مشاقی سے آٹھ طرح کی سدھیاں حاصل ہوجاتی ہیں مثلاً نظر سے چھپ رہنا ۔ اونچا ہونا ہلکا ہوجانا ۔ چھوٹا ہوجانا ۔ دوسرے کا قالب اختیار کرلینا وغیرہ وغیرہ

قبل اس کے کہ میں اس مضمون کو ختم کروں نیو پلیٹونک اصول کے بارے میں ایک عجیب غریب مسئلہ کو پیش کرنا چاہتا ہوں جو نہ سانکھ سے اور نہ بدھ مذہب سے تعلق رکھتا ہے ۔ مگر تاہم وہ ان فرضوں کے سلسلہ میں دکھایا جاسکتا ہے جو یونانیوں نے اریہ ورت سے لیا تھا ۔

ایک مختصر لیکچر میں پروفیسر ویبر صاحب (انڈسس سٹوڈین جلد ۹) بڑے احتیاط و ہوشیاری سے بلا کسی بات کے ثابت کئے ہوئے " واچ (Vach) کے نسبت کہتے ہیں کہ وہ اسم مونث ہے اور اوس کے معنے شبد یا کلام کے ہیں اور نیو پلیٹونک اصول سے گذرتے ہوئے شبد یا واچ کو یوحنا کی انجیل میں اظہار کی قوت ملتی ہے ویبر صاحب اپنے لیکچر کی ابتدا رگ وید کے نمبر ۱۲۵ اشلوک

ہے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "کلام" طاقتور
شئے ہے اوس کو "واچ" کہتے ہیں اور اوس کے
ذریعہ سے خوش گفتاری و دانائی کا اظہار ہوتا
تھا - ویدوں میں اسی معنی میں وہ لفظ سمجھا
گیا - مگر ادر براہمن لٹریچر (علم ادب) میں
ادن کی صورت تبدیل ہوتی گئی اور اوس
کی وہی شکل تسلیم کی گئی جو یوحنا کی انجیل کی
ابتدائی آیتوں میں نظر آتی ہے - ویر صاحب
نے اس لفظ کی تشریح کے درمیان بیان کیا
ہے کہ "واچ" پرجاپتی کی ستری کا نام ہے جو
خلقت کے پیدا کرنے میں اپنے شوہر کے شریک
رہتی ہے - وہ ہر چیزوں کی پیدائش کے پہلے
قائم کی گئی ہے اور لوگ اوس کو خود اپنے
ادھار آپ قائم رہنے والی ہی مانتے ہیں
ویر صاحب اپنے مضمون کے اخیر میں کہتے ہیں
کہ واچ لفظ کی اصلیت کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی

بدل گیا عجب یا بعد کے شکتی مارگ کی ابتدا ہی اسی سے منسوب کیجاتی ہے

اس سے مراد پیدایش عالم کی قدرت سے ہے
یہ ہمنوں نے اوس کی تاویل اور طرح پر کرکے
اوس کو نشو و نما دی ہے" ویبر صاحب کا خیال بہت
اچھا ہے اور میری دانست میں اوس کو بالکل فرضی
نہیں سمجھنا چاہیے - اس موقع پر مجھ کو اس قدر کہنا
ضروری ہے کہ "واچ" کے یہہ معنے صرف نیو پلیٹونکہ
اصول میں نہیں ملینگے بلکہ فایلو کے بعد میں ہی موجود
ہیں فایلو نے اپنے اصول اسٹویک فلاسفروں سے سیکھے
تھے اور اسٹویک فیلسوفوں نے ہراکلیٹس سے تعلیم
پائی تھی اور وہ اوس کو خلقت کا ابدی قانون
تسلیم کرتے تھے میری رائے ہے کہ ہراکلیٹس
نے اپنے اصول آریہ تعلیم سے اخذ کیے تھے -
جو آریہ اصول یونانی فلسفوں میں موجود
ہیں اون میں سانکہہ کا درجہ سب میں افضل
ہے اور اس بات کو دیکھیے سانکہہ کے
خیالات غیر ملک کے زبان میں داخل ہونے
پر بھی اپنی خوشگوار اصلیت کو برابر قایم رکھا
سانکہہ کا اثر نیو پلیٹونک فلسفہ تک محدود رہتا ہے

اور سوار شوپنہار دہرٹ میں کے خیالات داخل
کئے ہیں موجودہ زمانہ میں یورپین فلسفہ پر اس
کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ تمام فلاسفیوں کی تواریخ
میں آریہ فلسفہ کا نام تک ہی نہیں آتا اور ان بالکل
فرو گذاشت کر دیا گیا ہے اس بے التفاتی و بے
پروائی کا سبب یہ ہے کہ یورپ و امریکہ میں صرف
اسی صدی کے درمیان حال ہی میں بدھ۔ سانکھیہ
و ویدانت فلسفوں کا علم ہوا ہے وہ بھی اچھی
طرح نہیں۔

میں نے جہاں تک ممکن ہوا تواریخی تعلقات
سے آریہ ورت و یونانی فلسفوں کا باہمی رشتہ دکھایا
اس کو زیادہ واضح کرنا یا زیادہ تفصیل کے ساتھ
بیان کرنا آسان کام نہیں ہے اور نہ اس مختصر
لیکچر سے اس قدر امید کی جا سکتی ہے۔

قابل دید کتابیں

موجودہ مطبع ستیہ دہرم پرچارک ہردوار

۲ ملنے کا پتہ

منیجر ستیہ دھرم پرچارک ہریدوار